

خیر الکلام

فی مسئلۃ القیام

جس میں قیام تعظیمی اور قیام میلادی کے
ہر گوشہ پر احادیث و فقہ سے مکمل بحث کی گئی ہے

تالیف

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ”ثانی“ و ناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر

شریفیہ بک ڈپو گنگوہ

نزد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

تفصیلات

خیر الکلام فی مسئلۃ القیام	نام کتاب
حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددی۔ اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الدآبادی دامت برکاتہم وہو طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب قاروقی نقشبندی مدظلہ العالی برطانیہ جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی۔	نام مؤلف

محمد و لشاد رشیدی۔ 09358199948
عبدالواجد رشیدی ندوی خادم تدریس جامعہ ہذا
abdulwajid22@rediffmail.com
09412508475

کمپوزنگ :
تصحیح و تزئین :

1100	تعداد طباعت :
1413	طبع اول :
1429	طبع ثانی :
1433	طبع ثالث :
70	قیمت :

ناشر

شریفیہ بک ڈپو گنگوہ
نزد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فہرست مضامین

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
60	قیام میلاد	4	مراجع و ماخذ
61	میلاد کی شروعات	5	انتساب
64	میلاد کے موجود و مؤید کا مختصر تعارف	6	حمد
68	قبائح میلاد	7	نعت
90	دلائل قائلین بالقیام فی المیلاد	8	وجہ تالیف
95	جوابات بالتفصیل	9	مقدمہ طبع ثالث
105	لمحہ فکریہ	11	تقریظ
106	دلائل مانعین قیام	12	تقریظ
116	لطیفہ عجیبہ	13	تقریظ
116	ماہ ربیع الاول میں میلاد کرنا	14	تقریظ
118	علماء دیوبند اور ذکر رسولؐ	15	تمہید
123	کیا مسئلہ قیام فی المیلاد اور نفس --	16	آدم برسر مطلب
123	فتویٰ اعلیٰ حضرت بریلوی	18	پہلی قسم یعنی آنے والے کی خاطر
124	جواب از اعلیٰ حضرت	19	دلائل ممانعت قیام
126	خاتمہ (اتباع سنت اور اس کی اہمیت)	23	دلائل اثبات قیام
134	احادیث مبارکہ	36	اسباب قیام
134	فائدہ	40	اکابر کے فتاویٰ
135	فائدہ	43	فتویٰ از حکیم الامت
☆☆☆		57	اقسام قیام

ماخذ و مراجع

امداد الاحکام	قرآن کریم
قیام میلادی	بخاری شریف
مشکوٰۃ شریف	مسلم شریف
اشعۃ الدعوات	ابوداؤد شریف
مرقات شرح مشکوٰۃ	ترمذی شریف
تنظیم الاشیات	طحاوی شریف
التعلیق الصیح	فتاویٰ شامی
مظاہر حق قدیم	البحر الرائق
سیرۃ المصطفیٰ	عالمگیری
طریقہ مولد	فتح الباری
التبلیغ مواعظ مختلفہ	عمدۃ القاری
امداد الفتاویٰ	فیض القاری
الجزء لائل السنۃ	بذل الحمود
اصلاح الرسوم	ادجز السانک
الکوکب الدرۃ	الابواب والترجم
حیۃ اللہ البالغۃ	فتاویٰ رشدیہ
تاریخ میلاد	فتاویٰ میلاد شریف
البرہین القاطعہ	اختلاف امت اور صراط مستقیم
جاء الحق و زحق الباطل	فتاویٰ رحیمیہ
عرفان محبت	احسن الفتاویٰ
	فتاویٰ محمودیہ
	امداد المستقیمین

انتساب

حقیر سر اپا تفصیر اپنی اس اولین کاوش کو امام الحدیثین رئیس الفقہاء
الراغبین قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید
احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے نام مبارک کے ساتھ
منسوب کرنا اپنے لئے باعث سعادت تصور کرتا ہے جن کو حق
تعالیٰ نے امت بدعت و احیاء سنت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ گنگوہی

خادم حدیث نبوی شریف، افتاء و جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

حمد باری تعالیٰ

حمد تیری اے خدائے لم یزل
تو ہی خالق ہے تو ہی خلاق ہے
تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا
یا علیم یا سمیع یا بصیر
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا
یہ زمین و آسماں ، شمس و قمر
تو ہی مالک تو ہی رب العالمین
شان تیری کون سمجھے گا بھلا
تو ہی ہے مقصود تو ہی مدعا
کید سے شیطان کے یارب چھڑا
ہے یہ اپنی زندگی کا ماہصل
تو ہی رب انفس و آفاق ہے
شکر تیرا کیا کسی سے ہو ادا
تو ہی قادر اور ر تو ہی ہے خبیر
ذکر تیرا روح کی میری شفا
دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر
تیرے در پر جھکتی ہے سب کی جبیں
ابتداء تو ہی ہے تو ہی انتہا
جان و دل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا
اور شر و نفس سے مجھ کو بچا

☆ یا الہی مجھ کو اب اپنا بنا ☆

☆ کر لے تو مقبول احمد کی دعا ☆

محبوبنا و مرشدنا قانی فی اللہ عاشق رسول اللہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ

(از عرفان محبت)

دوستو! زندگی کا پیام آگیا

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا
 آگیا انبیاء کا امام آگیا
 تیرے در پر جو خیر الانام آگیا
 ساز و سامان عیش دوام آگیا
 اللہ اللہ ہوئی دل کی دنیا حسین
 پاگیا پاگیا حاصلِ زندگی
 دورِ ظلمت ہوئی، دل منور ہوا
 ان کی مرضی نظر آئی رشکِ جناب
 لائے تشریف جب سید المرسلین
 قلمِ رخصت ہوا عدل قائم ہوا
 تیرے ابر کرم سے شبہ انبیاء
 فیضِ ساقی کونینِ صلیٰ علی
 تیری برکت سے اے سید انس و جاں
 آپ کی مدح انسان کیا کر سکے
 قلب شاداں ہوا روح رقصاں ہوئی

دوستو! زندگی کا پیام آگیا
 لیکے فیضانِ دارالسلام آگیا
 اس کے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا
 یعنی حکمِ سجود و قیام آگیا
 جب مقدر سے حسن تمام آگیا
 در پہ آقا کے جس دم غلام آگیا
 جب مدینہ میں ماہِ تمام آگیا
 عشق میں ایک ایسا مقام آگیا
 خلد دنیا بنی وہ نظام آگیا
 عشق کے ہاتھ میں انتظام آگیا
 ہو کے سیراب ہر تشنہ کام آگیا
 جو بھی چاہے پیئے اذنِ عام آگیا
 صبح روشن ہوئی کیفِ شام آگیا
 عرش سے جب درود و سلام آگیا
 لب پہ احمد کا شیریں کلام آگیا

(از عرفانِ محبت ص ۳۵)

وجہ تالیف:

خدا کا ہزار ہا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ اس نے محض اپنی توفیق سے بلا استحقاق کے ۱۴۰۹ھ میں اپنی عزیز مادر علمی اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں تدریس کا موقعہ عطا فرمایا ہے، پہلی بار جو تدریس کا پہلا سال تھا مشکوٰۃ شریف جلد ثانی پڑھانے کی سعادت حصہ میں آئی اس میں باب القیام کے تحت مؤلف کتاب نے قیام برائے قادم سے متعلق روایات مختصر طور پر جمع کر دی ہیں۔

کچھ عزیز طلباء جو بندہ سے حسن ظن و محبت رکھتے تھے اور ان کے علاقہ میں اس کا رواج و دستور بھی ہے ان کو اس سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس موقعہ پر میلاد کی تفصیلات جاننے کے خواہشمند ہوتے تھے مگر وقت اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کئی روز تک اس کی تفصیلات سے بحث کی جائے، اجمالی طور پر تذکرہ کر دیا جاتا اس موضوع پر اگرچہ متعدد رسائل سامنے آچکے ہیں مگر قیام کے دونوں جزء (آنے والے کی خاطر قیام، اور میلاد میں قیام) پر مفصل دلائل فریقین کے ساتھ یکجا طور پر نہیں ہیں جو مختصر بھی ہوں اور جامع بھی، اس لئے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے بندہ کے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی، اور اس موضوع پر مواد جمع کرنا شروع کر دیا، کچھ کرم فرما احباب نے حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کو کتابی شکل میں پیش کرنے کا مشورہ دیا اس واسطے اس کی طباعت کا خیال پیدا ہو گیا ورنہ بندہ غریب جو ہر اعتبار سے قاصر و کوتاہ ہے نہ علم و عمل رکھتا ہے نہ تجربہ و معرفت ہی، اس لائق کہاں تھا جو یہ عظیم الشان کام کر سکے۔

بندہ کی یہ پہلی کاوش ہے جس میں غلطیوں کا عین امکان ہے قال الشافعیؒ
 ”یأبی اللہ العصمة لکتاب غیر کتابہ“، اللہ کی کتاب کے علاوہ اور کوئی
 کتاب خطا سے محفوظ نہیں رہ سکتی، تو بندہ عاجز ہی کیسے اس کا مدعی ہو سکتا ہے، اس
 لئے اپنے اہل علم دوست و احباب سے گزارش ہے کہ کتاب میں جہاں علمی سقم، تحریری
 عیب نظر آئے تو اس طالب علم کو مطلع کر دیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے، یہ ہی
 اس تحریر کے پیش کرنے کا مقصد ہے اور یہ درحقیقت مادر علمی اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
 کا فیض ہے جس میں بندہ نے از ابتداء تا انتہا مراحل تحصیل علم پورے کئے۔

مقدمہ طبع ثالث:

الحمد لله على احسانه منه وكرمه نأجيزكى یہ تالف میرے
 احباب کو کافی پسند آئی اور اس کے دو ایڈیشن ختم ہو گئے دوسرے ایڈیشن کو بھی کافی
 عرصہ گزر گیا اور اس کتاب کی طلب بڑھتی جا رہی ہے اس کو دیکھ کر پھر طبیعت کا تقاضا
 ہوا کہ اس کو پھر سے طبع کرایا جائے اس لئے اللہ کی توفیق سے اور میرے مخلص اکابر کی
 توجہات اور دعاؤں کی برکت سے یہ رسالہ پھر تیسری بار منظر عام پر آ رہا ہے، اللہ پاک
 اس کو بھی شرف قبولیت نصیب فرمائے اور نافع بنائے اور قارئین کو استفادہ اور عمل کی
 توفیق سے نوازے آمین، اس کتاب کا موضوع بہت ہی اہم ہے بالخصوص ماہ ربیع الاول
 میں میلاد و قیام اور اس کی قباحت و مذمت جس کا اس زمانہ میں بعض علاقوں میں بہت
 ہی زور ہوتا جا رہا ہے جو بدعات میں سے ایک بہت بڑی بدعت ہے، یوں تو ہر بدعت

قابل مذمت ہے چونکہ بدعت سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک عمل اور ایک مستقل محاذ ہے اور ایسے کسی عمل سے اللہ پاک کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا جو خلاف سنت و شریعت ہو اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے شریعت پر عمل اور سنت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا اولین شرط ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں اس کتاب کے خاتمہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ رسالہ بندہ کی تالیفات کی شروعات کا سبب بنا تاہم ریس کے ابتدائی دور میں اسکو لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، اسکے بعد اللہ پاک کی توفیق اور مخلص بزرگوں کی دعاؤں اور توجہات سے بہت سی کتب کی تالیف کا شرف حاصل ہوا اللہ پاک اس سب کام کو محض اپنی رضا کا سبب بنائے ناز و فخر سے محفوظ فرمائے اور درسی، تالیفی، اصلاحی جدوجہد مدرسہ کے تمام معاملات میں صواب و سدا کی توفیق بخشے اور ہر قسم کے شرور و فتن سے حفاظت فرمائے آمین۔

تقریظ

استاذ الاساتذہ، ماہر معقول و منقول حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاری استاذ دارالعلوم دیوبند
و مصنف با کمال الفقیہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی ظفر الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى الله وصحبه اجمعين -

عزیزم مولوی محمد خالد سیف اللہ سلمہ اللہ مدرس مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ نے
مسئلہ قیام پر ایک کتاب لکھی ہے، عزیز موصوف نے کہیں کہیں سے پڑھ کر سنایا میں نے غور
سے سنا، ماشاء اللہ انہوں نے کافی محنت کی ہے، اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر کتاب و سنت اور
فقہ کی روشنی میں مفصل بحث کی ہے اور جو کچھ لکھا، مختلف مستند کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے،
کتاب کا مضمون مجھے پسند آیا اور ان کی محنت و مطالعہ سے دلی مسرت حاصل ہوئی، امید ہے کہ
یہ کتاب عوام و خواص کے لئے انشاء اللہ مفید ثابت ہوگی اور وہ اس سے اس مسئلہ میں رہنمائی
حاصل کریں گے، عزیز موصوف کی یہ پہلی کتاب ہے، توقع ہے کہ یہ آئندہ ترقی کا زینہ ثابت
ہوگی اور جس طرح درس و تدریس سے خاص طلبہ کو فائدہ پہنچا رہے ہیں، تصنیف سے عوام کو
استفادہ کا موقعہ بہم پہنچاتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے آمین۔

دعا گو

محمد حسین

محمد ظفر الدین غفرلہ

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

مفتی دارالعلوم دیوبند

۸ شوال ۱۴۱۰ھ

یہ دونوں حضرات بندہ کے اساتذہ میں سے ہیں بہت ہی زیادہ محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے، جامع کمالات
عالم و بزرگ تھے، اللہ پاک درجات عالیہ نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

تقریظ

استاذی و استاذ المفتیین حضرت اقدس الشاہ المفتی نظام الدین صاحب
سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمد لولیه والصلوة علی اهلہا----- وبعد!

پیش نظر رسالہ عزیز محترم مولانا خالد سیف اللہ بن القاری شریف احمد صاحب
گنگوہیؒ کا ہے جو دارالعلوم دیوبند کے ہونہار نوجو عمر فرزندوں میں سے ہیں، موصوف کا یہ
رسالہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے کی سعادت ملی، اندازہ ہوا کہ عزیز موصوف
سلامت فہم اور استعداد صحیح کے ساتھ صحیح نسخ پر رواں دواں ہیں، انشاء اللہ یہ رسالہ مطالعہ
کرنیوالوں کو مفید ہوگا، عزیز موصوف کی یہ ابتدائی تصنیفی خدمات میں سے ہے، دعا ہے
کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو دین حنیف کی صحیح رہنمائی کی کامل اخلاص کے ساتھ ہمیشہ
توفیق عطا فرمائے اور سعادت قبولیت سے نوازے آمین۔

العبد نظام الدین

۱۲/۲۵/۱۴۱۰ھ

حضرت مفتی نظام الدین صاحب بلند پایہ عالم دین، محدث و فقیہ، عارف باللہ، منقطع عن الدنیا، متوجہ الی اللہ شخص تھے
حضرت شاہ وحی اللہ صاحب الد آبادی کے خلیفہ تھے، حضرت موصوف بندہ ناچیز پر بہت شفیق اور مہربان تھے، دارالعلوم
دیوبند میں افتاء پڑھنے کے سال آپ کے کمرے میں جس میں آپ بیٹھا کرتے تھے رہنے کا موقعہ حاصل ہوا اور کچھ
خدمت کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور آپ سے مشق افتاء کرنے کا بھی موقعہ ہوا، اللہ پاک آپ کے درجات کو
بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام رفیع نصیب فرمائے۔

تقریظ

استاذ الاساتذہ المحدث الکبیر الفقیر بن الفقیر جناب حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب
ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

صاحب رسالہ عزیز مولوی خالد سیف اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ محترم جناب مولانا الحاج القاری شریف احمد صاحب مہتمم مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے صاحبزادہ ہیں ماشاء اللہ نوجوان فاضل اور جید الاستعداد عالم ہیں مطالعہ کتب و تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اس ذوق میں زیادتی عطا فرمائے آمین۔

آں عزیز نے ایک رسالہ قیام تعظیسی اور میلادی کے عنوان پر تفصیلی طور پر مرتب فرمایا ہے احقر بالاستیعاب تو نہیں دیکھ سکا البتہ چیدہ چیدہ مقامات سننے سے رسالہ کی افادیت اور عزیز مؤلف کی محنت و تالیفی ذوق کا بخوبی اندازہ ہوا، انشاء اللہ یہ رسالہ مفید عوام و خواص ہوگا، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو علمی و تدریسی اور تالیفی ذوق کے ساتھ تقویٰ و صلاح کی دولت سے ہمکنار فرمائے آمین۔

العبد مظفر حسین الہ مظاہری

ناظم مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور ۲۰۹۴/۱۰/۱۴۱۰ھ

حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم، جامع العلوم والمعارف، مصدر الحقائق والدقائق، شیخ الفیوض والبرکات، ولی کامل، عارف باللہ بزرگ تھے، حضرت والد بزرگوار کی وجہ سے بندہ پر بے حد شفقت و مہربان تھے اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ہوتا تھا حضرت موصوف بزرگانہ شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے اور آپ کے پاس بیٹھ کر ایک خاص سکون و الطمینان حاصل ہوتا تھا، اللہ پاک حضرت مفتی صاحب کو حنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے درجات بلند فرمائے آمین یا رب العالمین۔

تقریظ

حضرت الاستاذ الکبیر الفقیہ العظیم المحدث جناب مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب زید مجدد ہم
صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔

حامداً ومصلياً وبعداً

قیام کا مسئلہ عرصہ دراز سے عوام میں موضوع بحث بننا ہوا ہے اور اس میں اس درجہ افراط و تفریط پائی
جاتی ہے کہ امت مسلمہ دو گروہ میں تقسیم ہو گئی ہے اور ہر ایک اپنے نظریہ پر اس درجہ مضبوطی کے ساتھ قائم
ہے کہ اپنے موقف سے ایک انچ ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے، قیام کی اصل کیا ہے کن مواقع پر قیام
مشروع ہے اور کن مواقع پر مذموم و ناپسندیدہ ہے، قیام کی شکلیں اور اس کے اوقات کیا ہیں جو
از و عدم جواز کے وجوہ و دلائل کیا ہیں؟ ان تفصیلی معلومات کے لئے عزیز محترم مولانا مفتی خالد سیف
اللہ صاحب گنگوہی نے اس کتاب میں کافی مواد اکٹھا کر دیا ہے اور بہت محنت و جانفشانی سے اس
مسئلہ کے ہر گوشہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ہر بحث کو کتب حدیث اور کتب فقہ و فتاویٰ سے
مبرہن و مدلل کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت و وبالا ہو گئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ
عزیز موصوف کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس کتاب سے امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ فیض
پہنچائے اور اسے قبولیت عامہ عطا فرمائے اور موصوف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔

حبیب الرحمن خیر آبادی

دارالعلوم دیوبند ۹ محرم ۱۴۱۱ھ

صاحب تقریظ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیر آبادی دامت برکاتہم ہمارے اس دور کے بہت بڑے فقیہ و
محدث ہیں آپ کے قلم سے ہزاروں فتویٰ لکھے جا چکے ہیں بہت سی کتابوں کے آپ مصنف ہیں بہت سے مفتیان کرام
کے استاذ ہیں عابد و زاہد ولی صفت انسان ہیں اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت فرمائے آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی بعث رسولہ الکریم متعالماً کرام الاخلاق وجعلہ متصفاً بالخلق العظیم والصلوة والسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الموصوفین باخلاق النبی الکریم الرؤف الرحیم اما بعد! وعنہ (عبد اللہ بن عمر) قال قال رسول اللہ ﷺ ان من خیا ذکر احسنکم اخلاقاً (مکثوة شریف ج ۲ ص ۴۳۱)۔

وعن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی ہدی محمدٍ وشر الامور محدثاتها وکلُّ بدعة ضلالة (مکثوة شریف ج اول ص ۲۷) رواہ مسلم وفي رواية كلُّ ضلالة في النار۔

تعمیر

تمام تعریفیں اس ذات پاک اللہ الصمد کے لئے ہی ثابت سزاوار و لائق ہیں جس نے ہر قسم کی خیر و بھلائی کی تعلیم دی، معاشرتی اخوت و الفت، باہمی ارتباط و تعلق، محبت و غم خواری، ایثار و قربانی کے ایسے طریقہ اسلوب و اسباب تعلیم فرمادئے جن پر عمل کرنے سے انسان باہم شیر و شکر ایک دوسرے کے دوست، ہمدرد و خیر خواہ بنتے چلے جاتے ہیں، اور ایسے تمام عوامل و عناصر کو ممنوع و محظور قرار دیدیا جو اس کے بالمقابل انسانوں میں حسد و کینہ، بغض و عداوت، دشمنی و حقارت، تقاطع و تہاجر، تباہ و تباغض کو

پیدا کرنے والے ہیں، چنانچہ اسلامی کتب، قرآن و سنت، اقوال سلف و خلف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس بات کی روشن دلیل اور قطعی شہادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا باب الاخلاق ہی غیروں کو قلعہ دین اسلام، گلستان ایمان و یقین میں داخل ہو کر سرور قلب، تسکین خاطر، اطمینان دل حاصل کرنے کا ایسا قوی داعی (ذریعہ وسیلہ) بنا کہ جسکی برکت سے لوگ بکثرت اجتماعی اور انفرادی طور پر اللہ کے مقدس دین میں داخل ہو کر اللہ کی ناراضگی سے بچتے چلے گئے اور پیغمبر اسلام اور حضرات صحابہ اور اولیاء اللہ کے اخلاق کریمانہ عادات شریفانہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ ان کو ساری نعمتوں سے زیادہ محبوب ہو گئی اور اس کے ایک نقطہ کے سامنے بھی وہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو ہیچ سمجھنے لگے، اور اس ہدایت کی برکت سے وہ ابدی دائمی پریشانیوں اور جملہ انواع کے اخروی عذابات و وعیدات سے محفوظ ہو گئے جو کفار و مشرکین کے لئے کتاب و سنت میں مذکور ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں کے ایک بہت بڑے طبقہ کو متاثر کرنے والی چیز اسلامی اخلاق ہے، اور اسلام ^{تصحیح} اخلاق پر بہت زیادہ زور دیتا ہے، حضرات صوفیاء عارفین کی جملہ خانقاہی جدوجہد کا یہی خلاصہ تھا۔

آمد بر سر مطلب:

اگرچہ خلق حسن بقول امام الصوفیاء حضرت حسن بصریؒ ”خندہ پیشانی رکھنا، جو د و سخاوت کرنا، ایذائے مخلوق سے باز رہنا ہے“ اور بقول شیخ وقت حضرت واسطی قدس سرہ کے ”اخلاق حسہ، مخلوق کے ساتھ ترک خصومت ہر حال میں ان کو خوش رکھنا، غم کی حالت ہو یا سرور و فرحت کی بشرطیکہ ممنوع شرعی کا ارتکاب لازم نہ آئے ورنہ اس سے

براکون ہوگا جو دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنا دین خراب کر دے“ اور بقول کبیر الاولیاء والالتقیاء حضرت شیخ سہل تستریؒ ”مخلوق کی جانب سے ایذاؤں پر تحمل کرنا اور ان کو منجانب اللہ سمجھ کر احتساب سے کام لینا ہے“ (اشعۃ اللغات ص ۱۵۲ ج ۲)۔

اور بقول فقیہ وقت قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا گنگوہیؒ ”اخلاق حسنہ چکنی چڑی باتوں کا نام نہیں بلکہ خالق و مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کا نام ہے جو خالق تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو“ ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ کے دامن میں اور بہت سی صفات حمیدہ اوصاف محمودہ، کمالات مرغوبہ، ملکات صالحہ سما سکتے ہیں جو نصوص قرآنیہ و سنت رسول اللہ ﷺ میں بکثرت مذکور ہیں۔

مثلاً بھوکے شخص کو کھلانا پلانا، ننگے بدن کو کپڑے پہنانا، حاجت مند کی ضروریات کی تکمیل میں سعی و کوشش کرنا وغیرہ وغیرہ، انہیں اسباب میں سے ہیں جو اخلاق حسنہ میں داخل ہیں، انہیں میں سے کسی آنے والے شخص (مستحق تعظیم) کی وجہ سے اس کے اکرام و توقیر میں قیام کرنا بھی ہے جو آپس میں الفت و محبت کو پیدا کرتا ہے اور دلوں کی نفرت کو کم بلکہ ختم کرنے کا ایک سبب ہے جو شرعاً و اخلاقاً مطلوب ہے۔

لیکن اہل بدعت نے اس سے مجلس میلاد میں قیام کرنا کروانا عقیدہ و عملاً لازم و ضروری بلکہ فرض قرار دیدیا ہے اور جتنے دلائل اس جگہ کے تھے (قیام برائے قادم) وہ سب وہاں (میلاد مروجہ در ماہ ربیع الاول) چسپاں کر دئے جس سے انتہائی غلط نتائج برآمد ہوئے اور عملی و اعتقادی بہت سی گمراہیوں نے جنم لیا اور فسق و فجور اور طرح طرح کی بے اعتدالیوں و خرافات کا مظاہرہ ہونے لگا، ان تفصیلات کو دیکھ کر جو

اس رسالہ میں مسئلہ سے متعلق آرہی ہیں ہر ایک مسئلہ مع دلائل کے واضح ہو جائے گا اور ہر ایک کا صاف محمل و مطلب سمجھ میں آجائے گا اور مختلف حضرات کے اقوال و اعمال سے جو ذہنی خلجان عام طور پر ہو جاتا ہے دور ہو جائے گا کہ بہت سے حضرات آنے والے کی خاطر قیام کو اور میلاد میں مروج قیام کو ایک درجہ کا مکروہ و ممنوع سمجھتے ہیں اور کوئی فرق نہیں کرتے، اور بہت سے جبلا قیام در میلاد کو بہت بڑے ثواب کی چیز سمجھتے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں اور جہاں احادیث میں قیام کا تذکرہ ہے وہ تو آنے والے کی خاطر ہے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، کسی آنے والے کی خاطر قیام کا جائز ہونا اور چیز ہے اور میلاد کی قیام جو ماہ ربیع الاول میں بہت ساری بدعتوں کے ساتھ ہوتا ہے بالکل الگ ہے، بہت سوں کو اس مسئلہ میں ایسا مغالطہ ہو گیا کہ ایک مسئلہ کے دلائل دوسرے سے جوڑ دئے گئے جو ایک صریح غلطی ہے۔

اب ہم اس مسئلہ کی تفصیل میں چلتے ہیں تاکہ حق واضح ہو جائے اور مغالطہ دور ہو جائے، جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ایک قیام ہے کسی آنے والے کی خاطر ادب و تعظیم سے کھڑا ہونا جب کہ وہ آنے والا کوئی دنیوی یا دینی وجاہت اور حیثیت کا مالک ہو، اور دوسرا ہے ماہ ربیع الاول میں میلاد النبی منانا اور جشن کرنا اور بہت ساری خرافات اور غلط عقیدوں کے ساتھ مجلس کرنا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

پہلی قسم یعنی آنے والے کی خاطر:

اولاً ہم قیام کی اصولی اعتبار سے دو قسمیں کر لیتے ہیں۔

(۱) آنے والے کی خاطر قیام کرنا (۲) میلاد میں مخصوص عقائد کے ساتھ قیام کرنا۔

قسم اول: یعنی آنے والے کی خاطر قیام کرنا چاہئے آپ اس کو القیام
للقادِم کے عنوان سے تعبیر کیجئے اور چاہے قیام تعظیمی، قیام توقیری کہئے بات
ایک ہی ہے، بس تعبیرات مختلف ہیں۔

عبارتاتنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال بشیر
اس کے بارے میں علماء کرام کی مختلف رائے ہیں جیسا کہ حضرت اقدس شیخ
عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے اشعۃ الملمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ ص ۲۷ ج ۲
پر باب القیام کے تحت فرمایا جس کا خلاصہ و ما حاصل یہ ہے کہ بعض علماء نے دعویٰ کیا ہے
کہ قیام برائے قادم سنت ہے اور بعض نے مکروہ و بدعت قرار دیا ہے اور بعض نے مباح
و جائز اور ہر ایک نے اپنے نقطہ نظر پر روایت پیش کی ہے، ایسے ہی حافظ ابن الحجر
العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے مختلف اقوال ذکر فرمائے ہیں (فتح الباری ص ۳۹ ج ۱۱)۔
جو حضرات آنے والے کی خاطر قیام کو منع کرتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

دلائل ممانعتِ قیام:

(۱) عن ابی امامۃؓ قال خرج
رسول اللہ ﷺ متکناً علی
عصاف فمنا لہ فقال لا تقوموا
کما تقوموا الاعاجم بعظم
بعضها بعضاً رواہ ابو داؤد
(مشکوٰۃ ص ۳۰۳ ج ۲)

ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا
ﷺ ایک لائھی پر سہارا کئے ہوئے نکلے
(مجمع میں باہر تشریف لائے) ہم آپ کو دیکھ
کر تعظیماً کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ تم
کھڑے مت ہو اور جیسا کہ عجمی لوگ قیام
کرتے ہیں کہ ان میں بعض بعض کی اس
طرح تعظیم کرتے ہیں کہ جہاں ان کا سردار

آیا وہ محض اس کو دیکھ کر ہی گھبرا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی تعظیم میں کھڑے رہتے ہیں اس سے منع فرمانا مقصود ہے (مظاہر حق قدیم مختصراً ص ۶۶ ج ۲)۔

(۲) عن انسؓ قال لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ ﷺ وکانوا اذا رواہ لم یقوموا لما یعلمون من کراہیة لذلك رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح (مشکوٰۃ ص ۲۰۳ ج ۲)۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کوئی شخص حضرات صحابہ کو نبی کریم ﷺ سے زائد محبوب نہ تھا (اس کے باوجود حال یہ تھا) کہ جب آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ ان کو اس کا آپ کو ناگوار و نا پسندیدہ ہونا معلوم تھا۔

آنحضرت ﷺ کی یہ ناگواری خاطر خاطر اپنی غایت تواضع و کمال درجہ عبدیت کی وجہ سے تھی اور چونکہ یہ طریقہ عجم کے متکبرین، جبارین، ظالمین، سلاطین کا تھا اس لئے آپ نے اس کی ممانعت فرمادی اور اس سلسلہ میں اہل عرب کی عادت و خصلت اور ان کے مزاج کے مطابق کامل طور پر سادگی و بیزاریت و بے تکلفی کو اپنا وظیفہ زندگی بنایا کہ اہل عرب رفتار و گفتار، مواکلت و مشاربت، مصاحبت و مجالست گفتگو و محادثت میں انتہائی بے تکلف و سادہ واقع ہوئے تھے اور ان تمام تکلفات سے دور تھے۔

اسی لئے مروی ہے انا و اتقیاء امتی برآء من التکلف کہ میں اور میری امت کے متقی لوگ تکلفات سے بیزار ہیں اور اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے تقیہ الامت نے خصوصیت کے ساتھ صحابہ کے اوصاف میں کہا ہے اقلہم تکلفاً کہ وہ انتہائی قلیل التکلف تھے اسی لئے اس روایت سے قیام کی ممانعت پر استدلال

کمزور ہے (مظاہر حق قدیم ہشرح زائدہ ص ۶۵ ج ۲)۔

(۳) عن معاویۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من سرک ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبوأ مقعداً من النار (مشکوٰۃ ص ۴۰۳ ج ۲ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد ص)

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اس کے آگے لوگ کھڑے ہوا کریں اس کو اپنے بیٹھنے کی جگہ جہنم میں تیار کر لینی چاہئے۔

یہ امر بمعنی خبر ہے اور اس شخص کے حق میں وعید ہے جو تعظیم و تکبر کے طور پر اپنے سامنے لوگوں کو کھڑے رکھنا پسند کرے اور جس شخص کی یہ خواہش اور ارادہ نہ ہو اور پھر لوگ اپنی خوشی سے خدمت کے لئے یا طلب ثواب کے لئے ایسا کریں یا بقصد تواضع یہ عمل کریں تو کوئی مضائقہ نہیں، حاصل یہ ہے کہ اپنے لئے بطریق تعظیم و تکبر کے اس کو پسند کرنا مکروہ و منہی عنہ ہے ورنہ نہیں (مظاہر حق قدیم باختصار ص ۲۶ ج ۲)۔

(۴) عن سعید بن ابی الحسن قال جاءنا ابو بکرۃ فی شہادۃ فقام لہ رجل من مجلسہ فابی ان یجلس فیہ وقال ان النبی ﷺ نہی عن ذلک

سعید بن ابی الحسن جو معتبر وثقہ تابعی ہیں اور حضرت حسن بصریؒ کے بھائی ہیں ان سے روایت ہے کہ ہمارے پاس حضرت ابو بکرہ صحابی رسول ﷺ آدائے شہادت کے لئے تشریف لائے۔

یعنی ایک قضیہ میں وہ گواہ تھے ان کو دیکھ کر ایک شخص ان کی تعظیم کے لئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تا کہ وہ وہاں بیٹھیں تو حضرت نے وہاں بیٹھنے سے انکار فرمادیا اور وجہ یہ بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے اس جگہ بیٹھنے سے انکار فرما دیا حالانکہ اگر بطیب خاطر دوسرا ایسا کر دے تو بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آیت کریمہ نفس حوافی المجالس اور حدیث صد الدابة احق بصاحبها الا اذا اذن سے مستفاد ہوتا ہے اور اس کے مانند بہت سے فروع و جزئیات ہیں لہذا یہ انکار غایت تورع اور احتیاط پر محمول ہے یا انہوں نے حدیث کو مطلق سمجھا یا بطیب خاطر ہونے میں انکو شک ہوا (مظاہر حق ص ۶۷ ج ۲)۔

دوسرا قول علماء کی ایک جماعت کا یہ ہے کہ یہ قیام مکروہ و منہی عنہ نہیں ہے بلکہ جائز و مستحب ہے کہ کسی آنے والے کی خاطر کھڑا ہو جائے جیسا کہ رئیس فاضل امام عادل عالم و معلم کے اکرام کی خاطر قیام کرنا کہ دراصل ان میں موجودہ صفات حمیدہ کا اکرام ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ خطابی کے حوالہ سے سعد بن معاذ کی حدیث کی تشریح میں تحریر فرمایا و فیہ ان قیام المرؤس لل رئیس الفاضل والامام العادل والمنعمر للعالم مستحب الخ (فتح الباری ص ۵۱ ج ۱۱)۔ یعنی اس حدیث سے یہ چیز معلوم ہوئی ہے کہ کسی رئیس کی خاطر رعایا میں سے کسی کا قیام کرنا ایسے ہی امام عادل کے لئے قیام کرنا ایسے ہی طالب علم کا اپنے استاذ کے احترام میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔

نیز مستحق اکرام شخص کی خاطر قیام کرنے کے متعلق امام محی السنہ شیخ زکریا نووی المتوفی ۷۷۱ھ نے فرمایا جس کو محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں بایں الفاظ نقل فرمایا ہے کہ امام محی السنہ گفتہ کہ ”ایں قیام مراہل فضل را در وقت قدم آوردن ایشاں

مستحب است واحادیث دریں باب ورود یافتہ و در نہی ازاں صریحاً چیزے صحیح نشد“ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ارباب علم و فضل کی خاطر قیام مستحب ہے اور احادیث اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں اور اس سے ممانعت کی روایات صریح نہیں ہیں۔

نیز امام العصر علامہ وقت الشیخ انور شاہ الکشمیری المتوفی ۱۳۵۲ھ نے فرمایا واعلم ان القیام للتوقیر (خصۃً او مستحباً) (فیض الباری ص ۷۰ ج ۴) کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ قیام برائے توقیر رخصت یا مستحب ہے، ایسے ہی امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ:

القیام علی وجه البر والاکرام
جائز کقیام الانصار لسعد وطلحہ
قیام بھلائی واکرام کے طریق پر جائز ہے
جیسا کہ انصار نے حضرت سعد کے لئے اور
حضرت طلحہ نے حضرت کعب کی خاطر قیام کیا۔
(فتح الباری ص ۵۲ ج ۱۱)۔

دلائل اثبات قیام:

دلیل اول: اس میں دو چیزیں مذکور ہوئیں (۱) انصار کا قیام برائے سعد بن معاذ جو تفصیل کے ساتھ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

(۲) حضرت طلحہ نے حضرت کعب کے لئے قیام کیا، اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں جب رسول اللہ ﷺ نے یوم پنجشنبہ ماہ رجب ۹ھ میں تبوک کی طرف جو ملک شام کا ایک مشہور شہر ہے نکلنے کا حکم دیا، جسکی وجہ یہ ہوئی کہ نصاریٰ عرب نے ہر قل شاہ روم کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ محمد کا انتقال ہو گیا اور لوگ قحط اور فاقوں سے بھوکے مر رہے ہیں۔

عرب پر حملہ کرنے کا یہ موقع نہایت مناسب ہے، یہ دیکھ کر ہرقل نے فوراً فوج کی تیاری کا حکم دیدیا چالیس ہزار کی تعداد میں رومیوں کا لشکرِ جرار آپ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا شام کے سودا گریوں کا تیل فروخت کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا کرتے تھے جن کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ ہرقل نے ایک بڑا زبردست لشکر آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے جس کا مقدمہ الجیش بقاء تک پہنچ گیا ہے اور ہرقل نے فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کر دی ہیں۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً سفر کی تیاری کی جائے تاکہ دشمنوں کی سرحد تبوک پر پہنچ کر ان کا مقابلہ کریں طول مسافت اور موسم گرما، زمانہ قحط، گرانی، فقر و فاقہ اور بے سروسامانی کے ایسے وقت میں جہاد کا حکم دینا تھا کہ منافقین جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے گھبرا اٹھے کہ اب ان کا پردہ فاش ہو جاتا ہے خود بھی جان چرائی اور دوسروں کو روکنے کی کوشش کی۔

آنحضرت ﷺ جب تبوک روانہ ہوئے تو مؤمنین مخلصین بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے منافقین کا ایک گروہ شرکت سے رہ گیا لیکن بعض مخلصین نفاق کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض کسی عذر کی وجہ سے اور بعض بمقتضائے بشریت گرمی اور لو کی تکلیف سے گھبرا کر پیچھے رہ گئے ان متخلفین (پیچھے رہ جانے والوں میں کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع جیسی ہستیاں بھی تھیں، لفظ مکہ سے ان کے ناموں کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے ”م“ سے مرارہ بن ربیع ”ک“ سے کعب اور ”ہ“ سے ہلال بن امیہ۔

الغرض تبوک پہنچ کر آپ نے بیس روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا لیکن

آپ کا یہاں آنا بے کار نہیں گیا بلکہ دشمن مرعوب ہو گئے اور آس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا اور اہل جربا اور اذرح اور ایلہ (جگہوں کے نام ہیں) کے فرماں برداروں نے حاضر ہو کر صلح کی، واپسی میں جب رحمتِ عالم ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو منافقین نے اس بڑی آزمائش کے دور میں شرکت نہ کرنے اور ساتھ نہ دینے کے لئے جھوٹے عذر تراش کر خدمتِ اقدس میں عذر خواہی کی، اور ذاتِ اقدس ﷺ نے اسلام کے جماعتی نظام کی وجہ سے مصالح کے پیش نظر ان سے درگزر فرمایا، مگر عذر خواہی کرنے والوں میں یہ تین اشخاص تخلصین اسلام میں سے تھے انھوں نے اپنے باغات کے فائدوں سے فراغت کے بعد لشکر میں شامل ہونے کا ارادہ کر رکھا تھا مگر کاہلی کی وجہ سے تاخیر در تاخیر ہوتی چلی گئی اور یہ اس سے محروم رہ گئے، ان کی باتوں کو سننے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کی عذر خواہی سے درگزر نہیں فرمایا بلکہ خیال فرمایا کہ ان کے لئے ایسا فیصلہ ضروری ہے جس کے بعد آئندہ کسی مخلص مسلمان کو ایسی غلط کاری اور نظامِ جماعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ ہو سکے اور حبِ جہاد کے لئے نصیر عام (سب کو نکلنے کا حکم ہو جائے) اس وقت تَخَلُّفِ بِلَا عِذْرٍ شَدِيدٍ نَا جَازٍ وَمَنْعُوعٍ ہے، اور جب کہ خود رسول اکرم ﷺ اور تمام صحابہؓ کی جان و مال پر ہی حملہ ہو تو کسی مخلص کیلئے تَخَلُّفِ کیسے روا ہو سکتا ہے، یوں تو تَخَلُّفِ عَنِ الْجِهَادِ دوسرے موقع پر بھی ہوا، بدر میں صرف تین سو تیرہ ہی تھے سب کہاں تھے اور بعض دفعہ بعض حضرات کو انفرادی اور جزوی کاموں کے لئے بھی واپس بھیجا گیا، تو معلوم ہوا کہ جس وقت جس کو رسول ﷺ کا حکم ہو اس کی ہی تعمیل ضروری ہے یہی اطاعتِ الہی ہے، اس کے بعد نبی کریم

ﷺ نے اصلاحاً ان سے معاشرتی مقاطعہ، سلام وکلام بالکلیہ ترک کرنے کا حکم صادر فرما دیا، چنانچہ تمام مسلمانوں نے اس پر عمل کیا جس کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن بن گئی اور زمین و آسماں ان پر تنگ ہو گئے اور رنج و الم حزن و ملال ان پر چاروں طرف سے مسلط ہو گیا، چند دن ان کو ایک زمانہ مخلوئل معلوم ہونے لگا۔

ایام مصیبت کے کاٹے نہیں کٹتے

دن عیش کی گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

اسی طرح پچاس دن راتیں گزر گئیں یک بیک صبح کی نماز کے بعد سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک پکارنے والے نے کہا کہ کعب بشارت ہو، یہ حضرات تو پہلے ہی سے منتظر تھے فوراً بھاگے کہ لگتا ہے دربار الہی میں توبہ قبول ہو گئی، اب کیا تھامسرت و خوشی سے پھولے نہیں سمار ہے تھے وہیں سجدہ میں گر گئے، اب جوق در جوق لوگ آرہے ہیں اور قبول توبہ کا مژدہ سنا رہے ہیں اور کل تک جو اجنبی تھے وہ جان فدا نظر آرہے ہیں، کعب فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور مبارک باد دی۔

الغرض اس طرح ان حضرات کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے متعلق آیت مکریمہ و علی الثلثة الذین خلفوا الایة نازل ہوئی، تفصیل کے ساتھ یہ روایت بخاری شریف کتاب المغازی میں حدیث کعب بن مالک کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

ہمارا مقصود اس قصہ میں یہ الفاظ ہیں فقام الی طلحہ بن عبید اللہ

بہرول حتی صافحنی وھنانی (عمدہ شرح بخاری)۔

کعب فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا تو راستہ میں جماعت پر جماعت تو بہ قبول ہونے پر بشارت اور مبارکباد دیتی تھی، مسجد میں پہنچا تو دیکھتے ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ دوڑ کر کھڑے ہو گئے اور مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی، یہ فتح الباری کی عبارت کی تشریح ہے جس میں مکتبہ یامر الانصار لسعد وطلحہ لکعب مذکور ہے (فتح الباری ص ۱۱۶ ج ۱۸)۔

دلیل نمبر دو: اسی عبارت میں حضرات انصار کا حضرت سعد بن معاذ کے لئے قیام کرنے کو بتایا گیا ہے، اس روایت کو بھی محدثین کرام نے متعدد جگہوں پر ذکر کیا ہے، امام بخاری نے اپنی کتاب میں مختلف مقامات پر اسکی تخریج فرمائی ہے، پھر کتاب الاستیذان میں اس پر باب قائم فرمایا ہے باب قول النبی ﷺ قوموا الی سیدکم ہم وہیں سے اس کو یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

حد ثنا ابو الولید حد ثنا شعبۃ عن سعد بن ابراہیم عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف عن ابی سعید ان اہل قریظۃ نزلوا علی حکم سعد فاذا سل رسول اللہ ﷺ الیہ فجاہ فقال قوموا الی سیدکم او قال خیرکم فقعد عند النبی ﷺ فقال هؤلاء نزلوا علی حکمک قال فانی احکم ان تقتل مقاتلہم وتسیب ذراریہم فقال لقد حکمت بما حکم بہ الملک (فتح الباری ص ۴۹ ج ۱۱)۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قریظہ کے لوگ سعد بن معاذ کے حکم و فیصلہ پر تیار

ہو گئے جس کا مختصراً قصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوہٴ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے، جب ظہر کا وقت آیا تو جبریلؑ ایک خچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں فرمایا ہاں جبریل امین نے کہا کہ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ ہنوز واپس ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف روانگی کا حکم فرمایا ہے اور مزید فرمایا کہ میں خود بھی جا رہا ہوں اور جا کر ان کو متزلزل کرتا ہوں۔

قصہ طویل ہے مختصراً یہ ہے کہ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو اسلام کا جھنڈا دیکر روانہ فرمایا جب حضرت علیؑ وہاں پہنچے تو یہود نے آنحضرت ﷺ کو اور آپ کی ازواج کو گالیاں دیں جو بجائے خود ایک مستقل نہایت سنگین جرم تھا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ بنفس نفیس بذات شریف روانہ ہوئے اور پہنچ کر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا پچیس روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا بالآخر مجبور ہو کر بنی قریظہ اس پر آمادہ ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ ہمیں منظور ہے۔

جس طرح قبیلہ خزرج اور بنو نضیر (قبیلہٴ یہود) میں حلیفانہ تعلقات تھے اسی

طرح قبیلہٴ اوس اور بنو قریظہ میں بھی حلیفانہ تعلقات اور دوستانہ روابط تھے اس لئے

ایسیا کہ آج کل جب غلبہ و مدد میں کا کوئی ٹولہ بغاوت اور شرارت پر اترتا ہے تو ہزاروں احسانات کو بالائے طاق رکھ کر منتظمین چاہے انکے بڑے اور ساتھ ہی کیوں نہ ہوں اور انکی اولاد اور گھر والوں کو ایسی بیہودہ گالیاں دیتا ہے اور دلو اتا ہے جو اس زمانہ میں یہود نے بھی نہیں دی ہوگی جیسا کہ اسکا بارہا تجربہ ہوا ہے، جن پر اسلامی قانون میں حد قذف واجب ہو جاتی ہے اور وہ مردود العہادہ بھی ہو جاتے ہیں۔

قبیلہ اوس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ قبیلہ خزرج کے التماس پر حضور ﷺ نے بنو نضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمادیا تھا وہی معاملہ ہماری استدعاء پر بنو قریظہ کے ساتھ فرمادیا جائے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا فیصلہ تمہی میں کا ایک شخص کر دے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں وہ ہمیں منظور ہے، سعد بن معاذ جب غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا دیا تھا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں ان کے بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا وہ دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لائے جب آپ کے قریب پہنچے تو فرمایا قوموالی سید کمر اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو (سیرۃ مصطفیٰ)۔

اس حدیث شریف میں قیام کا حکم لوگوں کو کیوں دیا گیا ہے؟ اس میں دو قسم کے خیالات پیدا ہو گئے (۱) چونکہ حضرت سعد زخمی تھے اس لئے ان کی اعانت کی وجہ سے قیام کا امر فرمایا، یہ شیخ ابو عبد اللہ بن امیر الحاج کی رائے ہے انہوں نے فرمایا اگر حضرت سعد بن معاذ کی تعظیم و توقیر کے واسطے قیام کروانا مقصود ہوتا تو حضرات انصار کو بطور خاص حکم نہ فرما کر عام حکم فرماتے کیوں کہ افعال حسنة میں اصل تعظیم ہے بلکہ خود بھی اس کو ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتے مگر چونکہ عرب لوگوں کا دستور تھا کہ ہر قبیلہ اپنے بڑے شخص کا اکرام کیا کرتا تھا اس واسطے خاص کر انصاری صحابہ کرام کو حکم فرمایا نہ کہ مہاجرین کو، انہوں نے اس پر زور دیا ہے کہ یہ محض اعانت کے لئے تھا نہ کہ تعظیم و توقیر کے واسطے۔

(۲) امام محی السنۃ شارح مسلم علامہ نووی نے کتاب القیام میں اس سے

قیام الرجل عند قدم الرجل اکراماً پر استدلال کیا ہے اور فرمایا کہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داؤد وغیر ہم محدثین کبار نے اسی پر استدلال کیا ہے، اور بندہ راقم السطور کے نزدیک دونوں چیزیں اعانت، تعظیم و توقیر مجتمع ہو سکتی ہیں دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ بلند مرتبہ شخص کی کہ جس کو سیادت دینی و دنیوی حاصل ہو اس کی اعانت کرنا تعظیم و توقیر کرنا ہر شخص اپنی سعادت و خوش بختی تصور کرتا ہے اس کے لئے قیام کیوں نہ کرے گا، رہا علامہ ابن الحاج کا کہنا کہ بطور خاص انصار کو حکم دیا گیا یہ بھی ایک احتمال پر ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ سب کو حکم دیا گیا ہو کذا فی ارشاد الساری المعروف بفسطانی قال صلی اللہ علیہ وسلم للانصار خاصة او لجميع من حضر من المهاجرین معہم اس پر بعض علماء مثلاً علامہ فضل اللہ توربشتی شارح مشکوٰۃ وغیرہ نے فرمایا کہ اگر حکم قیام برائے تعظیم ہوتا تو فرماتے قوموا لیسیدکم حالانکہ الی سیدکم مروی ہے اس میں الی اور لام کا فرق کرتے ہیں، مگر علامہ حسن بن محمد الطحطاویؒ نے ۴۳۳ھ شارح مشکوٰۃ و استاذ صاحب مشکوٰۃ نے اس پر ان کا تعاقب کیا ہے اور تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لفظ الی زائد و مقم ہے گویا فرما رہے ہیں کہ ان کے استقبال و اکرام کے لئے چلو اور قیام کرو کذا قال الحافظ العلامة ابن حجر العسقلانی فی شرح البخاری ص ۵۲ ج ۱۱ مانصہ و ما اعتل بہ من الفرق بین الی و اللام ضعيف لان الی فی هذا المقام احقر من اللام مكانه قيل قوموا و امشوا الیہ تلقیا و اکراماً پھر یہاں لفظ سید پر امر قیام کا ترتیب ہو رہا

ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ سیادت علت قیام قرار دی جائے یعنی ان کو تمہاری نسبت مقام سیادت حاصل ہے اور اب وہ حکم عالی مقام بن کر آرہے ہیں اس واسطے تم ان کی طرف جاؤ ان کا استقبال کرو اکرام کرو اعانت کی ضرورت پیش آئے تو اعانت بھی کرو۔

قال بدرالمحدثین الشیخ الامام العلامة بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی فی شرح البخاری /ص ۲۵۳/ج ۲۱ وهذا ماخوذ من ترتیب الحکم علی الوصف المناسب المشعر بالعلیۃ فان قوله سیدکم علة للقیام وذلك لكونه شریفاً علی القدر وكذا قال من رايه كالتقش علی الحجر الذی سمي بابن الحجر فی فتح الباری /ص ۵۲/ج ۱۱/ وكذا فی ارشاد الساری /ص ۱۵۲/ج ۹/ قوموا الی سیدکم توفیراً واکراماً الخ۔

دلیل سوم: واحتج النووی بقیام النبی ﷺ لما قدم جعفر او بفتح خیبر من الحبشة فقال ما ادري بايهما انا سر بقدم جعفر (فتح الباری ص ۵۲ ج ۱۱) مختصر واقعہ یہ ہے کہ محرم الحرام کے ھ میں آنحضرت ﷺ جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی پر سورہ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعت الرضوان سے خصوصاً وعدہ فرمایا کہ بہت سی فتوحات اور غنیمتیں تم کو ملیں گی، چنانچہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے اور ذی الحجہ اور اوائل محرم

میں وہیں مقیم رہے، اسی اثناء میں آپ کو حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود آباد تھے (جنہوں نے جنگ احزاب میں کفار مکہ کے ساتھ ملکر متحدانہ طور پر حضور پاک ﷺ کے خلاف حصہ لیا تھا اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی پوری کوشش کی تھی) مدینہ طیبہ میں کچھ قیام فرمانے کے بعد اخیر ماہ محرم الحرام کے ھ میں چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کے ساتھ خیبر کی طرف تشریف لے چلے درمیان میں قلعہ ناعم، قلعہ قموص، قلعہ صعّب بن معاذ، حصن قلہ و طیح، سلام فدک وغیرہ فتح کئے نیز آپ کو زہر دینے کا واقعہ بھی پیش آیا اس میں مخابرہ بھی ہوا اور بہت سے احکامات و مسائل مثلاً اشہر حرم میں قتال، حرمت تعد وغیرہ اس میں طے ہوئے، جو مہاجرین مکہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے، جب ان کو علم ہوا کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اکثر حبشہ سے مدینہ منورہ چلے آئے، عبد اللہ بن مسعود اس وقت پہنچے جب آپ بدر کی تیاری فرما رہے تھے، حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھی جو چند آدمی وہاں رہ گئے تھے وہ اس روز پہنچے جس روز خیبر فتح ہوا، آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفرؓ کی خاطر قیام فرمایا ان کو گلے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور بعد ازاں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آج مجھ کو فتح خیبر کی مسرت زیادہ ہے یا جعفرؓ کے آنے کی درواہ البیہقی عن جابرؓ برائے تفصیل واقعہ دیکھئے (سیرۃ المصطفیٰ راز ص ۱۰۶ تا ۱۱۳ ج ۲)۔

دلیل چہارم: و بحديث عائشةؓ قدم زيد بن الحارثة المدينة والنبي ﷺ في بيتي ففرع الباب فقام اليه فاعتنقه وقبلته (فتح الباری ص ۱۲۴ ج ۲) اس میں یہ مذکور ہے کہ جب حضرت زید بن الحارثہؓ متبوعی رسول اللہ ﷺ مدینہ

تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ کو چونکہ ان سے غایت درجہ محبت تھی محبوب رسول کہے جاتے تھے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا اور معانقہ کیا اور ان کو ازراہ محبت و شفقت بوسہ دیا۔

دلیل پنجم: واحتج النوویؒ ایضاً بقیام المغیرہ بن شعبہؓ علی رأس النبی ﷺ بالسیف امام نوویؒ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے نبی اقدس ﷺ کے (بالکل قریب) تلوار لئے کھڑے رہنے سے بھی استدلال کیا ہے یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے وہ حضور اقدس ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ دشمنوں کی جانب سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے اگرچہ یہ مقام برائے حفاظت تھا۔

دلیل ششم: واحتج النوویؒ بعمومات تنزیل الناس منازلہم واکرام ذی الشیبة وتوقیر الکبیر (فتح الباری ص ۵۲ ج ۱۱)۔

امام نوویؒ نے ان روایات سے بھی استدلال کیا ہے جن میں لوگوں کو اپنے درجات پر اتارنے اور ان کے ساتھ ان کے مراتب کے مطابق معاملہ کرنے کے بارے میں ہدایات مذکور ہیں اور بوڑھے سفید ریش شخص کا اکرام مذکور ہے اور بڑے کی توقیر کا حکم صادر فرمایا گیا ہے، چنانچہ بوڑھے شخص کی تعظیم و اکرام کی فضیلت بھی مذکور ہے کہ جس شخص نے کسی بوڑھے مسلمان کی توقیر کی محض اس کی پیری و بزرگی کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ اس کے بوڑھا پے کے وقت ایسے افراد متعین فرمادے گا جو اس کا اکرام کریں گے، قال رسول اللہ ﷺ ما اکرم من شاب شیخاً من اجل

سنہ الاقبض اللہ لہ عند سنہ من یکرمة / مشکوٰۃ شریف / ص ۴۲۳ / ج ۲ وقال علیہ السلام انزلوا الناس منازلہم ای اکرموا کل شخص علی حسب فضلہ و شرفہ ولا تسوا بین الوضیع والشریف والمخادم والمخدوم من غیر تحقیر الفقراء الخ (مشکوٰۃ ص ۴۲۳ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۴۲۳)۔

نیز حدیث مشہور ہے لیس منا من لمریر حمر صغیرنا ولمر یوفر کبیرنا (مشکوٰۃ ص ۴۲۳ ج ۲)۔

دلیل ہفتم: روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ میں جب بھی رحمت عالم ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے دیکھ کر جنبش فرمائی اور قیام فرمایا یہ سب عمل دلداری اور اکرام کیلئے تھا۔

دلیل ہشتم: عکرمہ بن جہل جب مسلمان بن کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی خاطر قیام فرمایا اور ان کو مردجا (خوش آمدید) کہہ کر ان کی ترحیب کی، چنانچہ محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ص ۲۳ ج ۳ میں علامہ زمانہ سیوطیؒ کی جمع الجوامع سے مصعب بن عبد اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ جب عکرمہ آئے جو اپنے والد ابو جہل کی طرح شدید العداوت تھے تو آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا چونکہ یہ رؤسائے قوم میں سے تھے اس طرح ان کی تالیف قلب فرمائی اور ان کے انقباض باطنی کو ختم فرمایا جس کی وجہ سے ان کی حالت سابقہ بھی منقلب ہو گئی اور ان کا اسلام اچھا مانا گیا۔

ایسے ہی عدی بن حاتم مشہور حاتم طائیؓ سخی کے بیٹے تھے انکی خاطر قیام فرمایا، ان دونوں روایتوں (حدیث عدی و عکرمہ) کے متعلق شیخ عبدالحقؒ نے اشعۃ اللمعات میں یہ فرمایا کہ قابل احتجاج نہیں ہیں کیونکہ سند ضعیف ہے۔

چنانچہ امام ترمذیؒ نے ص ۹۸ ج ۲ میں باب ماجاء فی مرجا کے تحت حدیث عکرمہ پر جرح کی ہے کہ اس میں ایک راوی موسیٰ بن مسعود ہیں جو سفیان سے روایت میں متفرد ہیں اور خود بھی ضعیف ہیں کما قال محمد بن بسائرؒ (استاذ امام بخاریؒ) مگر یہ صحیح ہے کہ ان میں بعض روایات پر کلام کیا گیا ہے مگر دوسری طرف جو روایات ہیں ان پر بھی کلام موجود ہے اور چونکہ اس میں علماء کے دو گروہ ہیں اس واسطے دلائل فریقین اشکالات سے پر ہیں اور ان کے جوابات بھی ساتھ ساتھ مذکور ہیں۔

چنانچہ امام نوویؒ کے جملہ استدلالات پر علامہ ابن الحاج نے اعتراض کئے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ جوابات بھی دئے گئے ہیں، ایسے ہی دوسرے فریق کا حال ہے، اختصار کی وجہ سے اس کلام کو ترک کر دیا گیا (فتح الباری ص ۵۲ ج ۱۱)۔

دلیل نہم: واحتج النوویؒ بحديث عائشة المتقدم في حق فاطمةؓ وكذا احتج به ابن بطلالؒ للجواز بما اخرجہ النسائي من طريق عائشة بنت طلحة عن عائشةؓ كان النبي ﷺ اذا رأى فاطمة ابنته رحب بها ثم قام فقبلها ثم اخذ بيدها حتى يجلسها في

مکانہ وقلت حدیث عائشۃ اخرجہ ابو داؤد و الترمذی و حسنہ و صححہ ابن حبان و الحاکم (فتح الباری ص ۵۰ ص ۱۱۱)۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت فاطمہ صاحبہ کو دیکھتے تو کھڑے ہوتے بوسہ دیتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے اور اس حدیث کی امام ترمذی وغیرہ نے تحسین کی ہے، علامہ ابن حبان محدث کبیر و حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اگرچہ اس پر بعض علماء نے یہ فرمایا کہ یہ قیام برائے تعظیم و اجلال نہ تھا بلکہ برائے محبت و اقبال تھا مگر اس سے قیام پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ قیام کے اسباب میں سے محبت، توجہ اور اقبال بھی اور اسباب قیام کی طرح ایک سبب اور بھی ہے یہاں پر رک کر مختصراً اسباب قیام بھی سنتے چلے!۔

اسباب قیام:

(۱) کسی شخص کو کوئی نعمت و فضیلت حاصل ہوئی ہو تو دوست و احباب اس کو آتا دیکھ کر اس کے لئے ترحیبا قیام کریں، جس سے کامل طور پر اس پر خوشی کا اظہار ہو جائے۔

(۲) جب کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو اس کو آتا دیکھ کر قیام کیا جائے اور اس کی تعزیت کی جائے تاکہ مکمل طور پر اس کے غم میں شرکت ہو اور پورے طور پر تعزیت ہو جائے۔

(۳) کوئی شخص سفر سے آئے تو اس کی مبارک بادی دینے کے واسطے اس کو آتا دیکھ کر قیام کیا جائے تاکہ مکمل اس کے ساتھ اظہار مسرت ہو جائے یہ نہ صرف

جائز بلکہ مستحسن ہے، چنانچہ بدرالمحدثین علامہ عینی نے فرمایا الرابع مندوبٌ
وهو ان يقوم لمن قدم من سفر فرحاً بقدمه ليسلم عليه
أو السلي من تجددت له النعمة فيهنه بحصولها أو مصيبة
فيعزيه بسببها (عمد شرح بخاری ص ۲۵۲ ج ۱۱)۔

(۴) محض کبیر السن ہونے کے سبب کسی کا اکرام کرنا اور اس کے لئے قیام
کرنا چنانچہ حدیث شریف میں ہے ان من اجلال الله اکرام رذی
الشیبة المسلم (مشکوٰۃ ص ۲۲۲ ج ۲)۔

اس کی فضیلت پر ایک حدیث بھی گزر چکی ہے۔

(۵) علم و بزرگی کی وجہ سے کسی کے لئے قیام برائے اکرام کرنا۔

(۶) صاحب سلطنت و اقتدار ہونے کی وجہ سے قیام برائے اکرام کرنا۔

(۷) کوئی صاحب ریاست ہو اس کی وجہ سے قیام برائے اکرام کرنا ان کی

تصریحات فتح الباری کی عبارت میں گزر چکی ہے جس میں ہے وفيه ان قیام

المروء فلرئيس الفاضل والامام العادل والمتعلم للعالم الخ۔

(۸) غنی ہونے کی وجہ سے کسی کا اکرام کرنے کے لئے قیام کرنا۔

چنانچہ عمدۃ المتاخرین، امام محققین، الشیخ، الفقیہ محمد بن عابدین الشامی المتوفی

۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحکم ابوالقاسم کے بارے میں منقول ہے کہ جب کوئی غنی

ان کے پاس آتا تو اس کا اکرام کرنے کے لئے قیام کرتے، فقراء طلب جیسے لوگوں کے

لئے کھڑے نہ ہوتے تھے، اس کی وجہ لوگوں نے معلوم کی تو فرمایا کہ غنی مجھ سے اکرام

و توقیر کی توقع رکھتا ہے اس لئے اگر میں ترک کر دوں گا تو اس کے دین کا نقصان ہے
 بخلاف طلبہ و فقراء کے کہ وہ اپنے لوگ ہیں اذا جاءت الالفۃ دفعت الکلفۃ
 وہ اس کی توقع نہیں رکھتے اور نہ ان کے لئے اس کی ضرورت ہے عبارت ان کی یہ ہے:

قلت ویؤیدہ ما فی العنایۃ وغیرہا عن الشیخ ابی الحکم
 القاسم کان اذا دخل علیہ غنی یقوم لہ ویعظمہ ولا یقوم
 للفقراء و طلبۃ العلم فقیل لہ فی ذلک فقال الغنی یتوقع منی
 التعظیم فلو ترکته لتضرد (رد المحتار ص ۳۸۲ ج ۱)۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عکرمہ کے لئے نبی کریم ﷺ کا کھڑا ہونا مذکور
 ہوا ہے، یہاں پر کسی کو شبہ نہ ہو کہ مالدار کی وجہ سے تعظیم تو ممنوع ہے اور اس واقعہ
 مذکورہ میں یہ مذکور ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس کا احترام و اکرام ممنوع نہیں البتہ محض اس وجہ سے اس کی دلی
 تعظیم و توقیر منع ہے، اس طرح دونوں میں فرق ہو جائے گا، اس پر بطور لطیفہ ایک واقعہ
 سنئے، کہ حضرت قطب الاقطاب شاہ عبدالقادر رانی پوریؒ کے یہاں حضرت شیخ الحدیث
 مولانا محمد زکریا، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ وغیرہ علماء صلحاء موجود تھے
 کہ ان کی مجلس میں رئیس بہت نذر حسین صاحب آگئے ان کو دیکھ کر حضرت رانی پوریؒ
 اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے قیام فرمایا اور مصافحہ کیا مگر مولانا حبیب الرحمن صاحب نہ
 کھڑے ہوئے نہ معانقہ کیا جب وہ چلے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس وجہ
 سے نہ قیام کیا نہ مصافحہ کی یہی کی روایت ہے من تواضع لغنی ذہب ثلثا

دینہ اس پر شیخ نے فرمایا کہ میں بتلاؤں گا مگر حضرت پوری تنقید فرمادیں یہ نہیں کہ حضرت ٹھیک ہے ٹھیک ہے، اس پر حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ اگر ٹھیک ہے تو کیا کہا جائے گا؟ فرمایا یہی کہا جائے گا کہ دل سے عظمت مراد ہے وہ منع ہے اور اکرام و توقیر ظاہری منع نہیں جیسا کہ لفظ تواضع دلیل ہے کہ اس کا تعلق قلب سے ہے اور اکرام کا ظاہر سے۔ امام غزالی سے بھی فتح الباری میں یہی مذکور ہے، حدیث من تواضع شرح فقہ میں بھی مذکور ہے (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۹)۔

اس کے بعد اور حضرات علماء فقہاء کی تصریحات مسئلہ مذکورہ سے متعلق پڑھتے چلے! فقہ و فتویٰ کی مشہور و معتمد ترین کتاب رد المحتار المعروف بالشامی ص ۳۸۴ ج ۶ میں ہے بعد قوله وفي الوهانية يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقدام اذا كان يستحق التعظيم ونقل عن القنية قيام الجالس لمن دخل في المسجد تعظيماً الى ان قال لا يكره اذا كان ممن يستحق التعظيم وفيه نقلاً عن مشكل الآثار القيام لغيره ليس بمكروه لعينه ان المكروه محبة القيام لمن يقال له -

وقال ابن وهبان اقول وفي عصرنا ينبغي ان يستحب القيام لما يورث تركه من الحقد والبغضاء والعداوة لا سيما اذا كان في مكان اعتيد فيه القيام الخ -

اس مذکورہ طویل عبارت میں علامہ نے مختلف کتابوں، مشکل الآثار قنیہ و ہانیہ

۱۔ یہ قصہ میں نے اپنے بزرگ استاذ جامع العلم والعمل حضرت مفتی محمود صاحب سے سنا لکھا ہے وہ اس واقعہ میں شریک تھے۔

وغیرہ سے تصریحات جواز بلکہ ندب و استحباب نقل فرمادی ہیں، بلکہ ابن وہبان نے یہاں تک فرمایا کہ ہمارے دور میں خاص کر جب اس کے ترک کی وجہ سے حسد و کینہ، بغض و عنادوت پیدا ہو جاتی ہے مستحب ہونا چاہئے خاص کر جہاں اس کی عادت و رواج ہو اور جہاں عادت و عرف نہ ہو وہاں کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ معاشرانہ بے تکلفی اچھی چیز ہے۔

نیز علامہ طیبیؒ نے امام نوویؒ سے نقل کیا ہے کہ ایں قیام مراہل فضل رادر وقت قدوم آوردن ایشان مستحب است، واجماع کرده اند جماہیر علماء بایں حدیث برا کرام اہل فضل از علم و صلاح با شرف قیام کذافی احصیۃ الممعات ص ۲۸ ج ۳ تحت باب القیام اور بھی فقہاء نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، مزید توضیح کے لئے دو فتوے پڑھئے! ایک حضرت علامہ ابو الحسنات الشیخ مولانا عبدالحی المتوفی ۱۳۰۲ھ کا اور دوسرا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی التھانوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۶۳ھ کا پہلا مکمل سوال و جواب کیساتھ بحسنہ درج کیا جاتا ہے۔

اکابر کے فتاویٰ:

استفتاء! کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید عالم دین خالد عالم دین کی محفل میں آیا خالد اور جملہ حاضرین نے واسطے تعظیم زید کے قیام کیا اور وقت رخصت کے بھی قیام کیا ایسا قیام شرعاً درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کس دلیل سے درست ہے؟ (فتویٰ مولانا عبدالحیؒ)۔

جواب: ہو المصوب، قیام واسطے تعظیم علماء اور رئیس قوم اور سادات کے درست ہے، بدلیل اس کے کہ روایت کیا بخاری و مسلم نے ابو سعید خدریؓ سے ان ناساً نزلوا علی حکم سعد بن معاذؓ فارسل الیہ ف جاء علی حماداً فلما بلغ قریباً من المسجد قال قوموا الی سیدکم اوخیارکم الحدیث۔

اسی واسطے امام غزالی احياء العلوم کی کتاب آداب السماع میں لکھتے ہیں القیام عند دخول الداخل لم یکن من عادة العرب بل كان الصحابة لا يقومون لرسول الله ﷺ في بعض الاحوال كما رواه انسؓ ولم یثبت فیہ النهی العام ولا نرى به بأساً فی البلاد التي جرت العادة فیها باكرام لداخل بالقیام فان المقصود منه الاحترام والاكرام وتطیب القلب به وكذلك سائر انواع المساعدات اذا قصد بها تطیب القلب واصطلاح علیها جماعة فلا بأس بمساعدتهم علیها بل الاحسن المساعدة الا فی ماورد فیہ نہی لا یقبل التأویل انتهى۔

آرے قیام سے محبت رکھنا اور اس امر کو چاہنا کہ لوگ ہماری تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جائیں البتہ مکروہ ہے بدلیل اس کے روایت کی ابو داؤد نے اور ترمذی نے حضرت معاویہؓ سے قال قال رسول الله ﷺ من احب ان يتمثل

له الرجال قیاماً فلیتوبوا مفعداً من النار۔

امام نووی رسالہ قیام میں تحریر کرتے ہیں:

معناه الصریح الظاهر الزجر والوعد الشدید للانسان ان

یحب قیام الناس له ولس فیہ تعریض للقیام نہی ولا یکرہ انتہی۔

اور قدیہ میں مشکل الآثار سے منقول ہے:

القیام لیس بمکروہ لعینہ ان المکروہ محبۃ القیام من

الذی یقام له فان لم یحب القیام قاموا لا یکرہ لہم انتہی۔

اگر کسی شخص کو شک ہو کہ ابو داؤد ابن ماجہ نے ابو امامہ باہلی سے روایت نقل کی

ہے: قال خرج علينا رسول الله ﷺ متكناً على عصا فقمنا له

فقال لا تقوموا كما تقوم الاعاجم بعضهم بعضها بعضاً پس اس

سے معلوم ہوا کہ قیام تعظیماً ممنوع ہے تو اس کو یوں رفع کرے کہ اس حدیث میں مطلق

قیام کی نہیں نہیں ہے بلکہ اس قیام سے کہ عجم کیا کرتے تھے اور ان کا قیام بطور التزام کے

تھا یعنی وہ لوگ قیام تعظیماً کو ضروری سمجھتے تھے اور محبت رکھتے تھے، پس آنحضرت ﷺ

نے ایسے قیام سے منع فرمایا ہے کہ بالتزام و محبت قیام ہونہ مطلق قیام سے کیونکہ یہی نے

ابو ہریرہ سے روایت کی ہے: قال كان رسول الله ﷺ يجلس معنا يحدثنا

فاذا قام قمنا حتى نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه۔

پس اگر مطلقاً قیام تعظیماً ممنوع ہوتا صحابہ ہرگز بوقت برخاست قیام نہ کرتے

علاوہ یہ ہے کہ قیام عجم کا بطور تعظیم کے ہوتا تھا جیسا کہ ان سلاطین کے واسطے سجدہ

تعلیماً مروج تھا پس آنحضرت ﷺ نے ایسے قیام تعظیسی سے منع کیا، خلاصہ قال النووی القیام للقیام للقاد من اهل الفضل مستحب۔

زیادہ بریں ایں است کہ قیام خود آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے ابو داؤد ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی: قالت ما رأیت احدا یشبه سمناً ولا هدیاً برسول الله من فاطمة فی قیامها وفعودها وکانت اذا دخلت علیه قام اليها فقبلها واجلسها فی مجلسه الحدیث۔

الحاصل قیام کی محبت رکھنا یا اس کا التزام کرنا جیسا کہ امور ضروریہ کا التزام ہوتا ہے یا بطور تعظیم عجم کے قیام کرنا شرعاً ممنوع ہے، لیکن قیام واسطے اکرام کے آنے والے کے قطعاً ممنوع نہیں ہے اور اس کی نہی میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے بلکہ احادیث اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں وھذا هو مذهب العلماء المحققین ومسلك الفقهاء والمحدثین واللہ اعلم۔

(حرره محمد عبدالحی عفا اللہ عنہ القوی از ص ۱۹۵ تا ۱۹۷ ج ۲)

دوسرا فتویٰ از حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ:

سوال: بادشاہ، حاکم، پیر، استاذ، امیر المومنین، امیر اکافرین آقا، علماء، صلحاء، حفاظ، سادات جبکہ وہ کسی مسلمان کے پاس آئیں تو ان کی کھڑے ہو کر تعظیم کی جائے یا بیٹھے بیٹھے اور خود بدولت جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنی تعظیم سے کیوں باز رکھا اور حضور ﷺ نے ایسا وہ ہو کر کسی شخص کی تکریم خود بھی فرمائی ہے یا نہیں، بحوالہ کتاب وسنت وہ تصریح جواز و عدم جواز و اباحت و کراہت بیان فرمائیے بینوات و جروا۔

الجواب:

(١) الحديث الاول عن ابي سعيد الخدري رضي في حديث مجنى سعد بن معاذ رضي قال فلما دنا من المسجد قال رسول الله ﷺ للانصار قوموا الي سيدكم متفق عليه كذا في المشكوة قال في المرقاة قبل اى لتعظيمه ويستدل به على عدم كراهيته فيكون الامر للاباحة اول بيان الجواز وقيل قوموا للاعانة في النزول الى ان قال وما ذكر في قيامه ﷺ لعكر متين ابي الجهل عند قدومه عليه فالوجه ان يحمل على الترخيص حيث يقتضيه ومحال وقد كان عكرمه من رؤساء قريش وعدى كان سيد بنى طي فرأى ناليفهما بذلك على الاسلام او عرف من جانبهما تطلعا عليه بحسب ما يقتضيه حب الرياسة مختصراً الحديث الثاني عن عائشة رضي قالت اذا دخلت فاطمة قامر اليها وكان اذا دخل ﷺ عليها قامت اليها (رواه ابوداود) -

الرواية الاولى في الدر المختار:

يندب القيام تعظيماً للقادم كما يجوز القيام ولو للقارى بين يدي العالم في رد المحتار قال ابن وهبان وفي عصرنا ينبغي ان يستحب ذلك اى القيام لما يورث تركه من الحقد والبغضاء

والعداوة لا سيما اذا كان مكان اعتيد فيه القيام وما ورد من التواعد عليه في حق من يحب القيام بين يديه كما يفعله الترك والاعاجم قلت يويده ما في العناية وغيرها عن الشيخ عبد الحكيم ابي القاسم كان اذا دخل عليه غني يقوم له ويعظمه ولا يقوم الفقراء وطلبة العلم فقيل له في ذلك فقال الغني يتوقع في التعظيم فلو تركته لتضرر انما يطمعون جواب السلام والكلام معهم في العلم۔

الرواية الثانية في الدر المختار:

ولو سئل على الذمى تبجيلاً يكفر وفي رد المختار قال في المنع قيد به لانه لو لم يكن كذلك بل كان لغرض من الاغراض الصحيحة فلا بأس به ولا يكفر۔

ان احاديث اور ان کی شرح اور ان روایات فقہیہ سے چند امور مستفاد ہوئے۔
 امر اول: یہ کہ قیام کی چند قسمیں ہیں ایک محبت کہ وہ ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس سے محبت کرنا جائز ہے چنانچہ حدیث ثانی میں اس کا ذکر ہے، دوسری قسم قیام تعظیمی ہے، اس میں اگر تعظیم دل سے ہے تو وہ شخص اس تعظیم کے قابل ہونا چاہئے ورنہ اگر تعظیم کے قابل نہیں مثلاً کافر ہے تو اس قسم کی اجازت نہ ہوگی چنانچہ روایت ثانیہ اس پر دل ہے۔

اور اگر تعظیم صرف ظاہر میں ہے اور کسی مصلحت سے ہے مثلاً یہ خیال ہے کہ اگر

تعظیم نہ کریں گے تو یہ شخص دشمن ہو جائے گا یا یہ کہ خود اس کی دل شکنی ہوگی یا اس شخص کے ہدایت پر آنے کی امید ہے یا کہ وہ شخص اس کا محکوم و نوکر ہے یا ایسی ہی کوئی اور مصلحت ہے تو جائز ہے چنانچہ حدیث اول کی شرح اور روایت اولی اس پر شاہد ہے، اور اگر نہ وہ قابل تعظیم ہے نہ کوئی مصلحت و ضرورت ہے تو ممنوع ہے۔

امر دوم: یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ بن ابی جہل کے لئے جو قریش کے رئیس تھے اور عدی بن حاتم کے لئے جو بنی طے کے رئیس تھے بمصلحت ان کی تالیف قلب کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا اس وجہ سے کہ آپ نے آثار سے ان کو اس کا متوقع پایا قیام فرمایا ہے چنانچہ وہ دونوں صاحب مشرف باسلام بھی ہو گئے۔

امر سوم: یہ کہ ممانعت جو حدیث میں آئی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ ایک شخص بیٹھا رہے اور سب کھڑے رہیں اعاجم میں یہی عادت ہے یہ ممنوع اور حرام ہے۔

اس تفصیل کے بعد استفتاء سب اجزاء کا جواب واضح ہو گیا صرف ایک جزء باقی رہ گیا وہ یہ کہ حضور پاک ﷺ نے اپنے لئے کیوں نہیں پسند فرمایا، اس کی وجہ تو اضع اور سادگی اور بے تکلفی ہے چنانچہ مرقاۃ میں مصرح ہے۔

السوال: میں یہ امر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہاء نے جو قادم کیلئے قیام اکرام کو جائز یا مستحب فرمایا تو اس پر کیا دلیل بیان کی ہے، مشکوٰۃ شریف میں باب القیام اور پھر اس کی شرح مشکوٰۃ سے مسئلہ میں جواز کی کوئی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، امام نووی نے تو استحباب قیام پر قوموا الی سید کمر سے استدلال کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے معقول دلائل سے رد بھی کر دیا، اور اگر یہی دلیل ہمارے فقہاء

نے بھی بیان کی ہے تو پھر یہ تبرک محض ہی ہے جن عبادات کو حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کے لئے مخصوص فرمایا وہ کسی اور کے لئے کیوں کر درست ہو سکتی ہیں۔

قومو اللہ قانتین؛ جیسا کہ سجدہ و رکوع جزء نماز ہونے کی وجہ سے کسی اور کے لئے حرام ہے ایسا ہی قیام میں ہونا چاہئے، چنانچہ جھک کر سلام کرنے کو بھی جہاں تک میرا خیال ہے سجدہ بالرکوع کی وجہ سے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے مجھے اس امر کی تحقیق کی ضرورت مسئلہ قیام میلاد مروجہ کے لئے ہے میں اب تک شرح صدر کے ساتھ قیام اکرام دلائل مذکورہ کی بنا پر درست نہیں سمجھتا۔

الجواب: اس وقت میرے سامنے نہ کتابیں ہیں نہ فرصت ہے جو ذہن میں ہے اس کی بنا پر جواب لکھتا ہوں۔

قیام للقدام کے جواز پر استدلال اس حدیث قومو الی سید کرمیہ موقوف نہیں ہے حضور اقدس ﷺ کا حضرت فاطمہؓ کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا بھی استدلال کے لئے کافی ہے اگر کہا جائے کہ وہ قیام للمحبت تھا تو جواب یہ ہے کہ محبت و اکرام میں کوئی وجہ فرق نہیں جیسے امر مباح ہے اسی طرح اکرام بھی۔

چنانچہ: اذا جاء کرمیہ قوم فاکرموا میں اکرام کی اباحت ہے فلیکرم الضیف اکرام کی اباحت بلکہ تاکید ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیام الامر المباح جائز ہے۔

خود ملا علی قاریؒ نے حدیث من سران یتمثل له الرجال پر قیام للخدمة کے جواز کی تصریح کی ہے اور اگر کہا جائے کہ خدمت موقوف ہے

قیام پر تو جواب یہ ہے کہ بعض اقوام میں اکرام موقوف ہے قیام پر، اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ قوموا الی سید کمر سے بھی اگر استدلال کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے چنانچہ بعض علماء نے کیا ہی ہے، رہا ملا علی قاریؒ کا شبہ تو ایسے شبہات تو تمام استدلالوں میں ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ مسائل اختلافیہ کے دلائل میں معلوم ہے کہ اصل مدار استدلال کا مستدل کا ذوق ہے دوسرے کا ذوق اس پر حجت نہیں، اور اگر قوموا اللہ فانتین اس قیام کو بھی شامل ہے تو خود صاحب مرقاۃ نے عکرمہ اور عدی کے لئے حضور ﷺ کے قیام کا محمل تالیف علی الاسلام یا اقتضاء حال لمحب الریاست کو قرار دیا ہے، کیا اس استثناء کی کوئی دلیل ہے اور اگر قواعد عامہ دلیل استثناء ہیں تو یہاں بھی جواز محبت یا اکرام دلیل استثناء ہیں۔

رہا رکوع و سجدہ کا نتیجہ کے لئے بھی حرام ہونا یہ نص کے سبب سے ہے آپ سے سوال کیا گیا کیا ہم ایک دوسرے کے لئے انحنائیں یعنی تعظیم کے طور پر اپنے بڑوں کے سامنے جھکیں جیسا کہ بعض قبائل میں دستور ہے اس کو منع فرمایا ابنحنی بعضنا لبعض آپ نے فرمایا لا اور آپ سے خود آپ کو سجدہ کرنے کے لئے پوچھا آپ نے منع فرمایا، دوسرے رکوع و سجدہ اور کسی غرض کے لئے نہیں رکھے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ رکوع و سجدہ میں معنی عبادت کے زیادہ ہیں ان کے ساتھ تشبہ بھی ناجائز ہوا، بخلاف قیام کے کہ خدمت یا تالیف علی الاسلام کے لئے خود باقرار ملا علی قاریؒ مباح ہے جیسا کہ بہت سے واقعات میں صحابہ کا حضور ﷺ کے سامنے جانی علی الرکب ہونا وارد ہوا ہے حالانکہ یہ تشہد کی صورت ہے، البتہ اگر اس میں نہیں ہوتی

تو تعارض میح و محرم میں محرم کو ترجیح ہوتی سو نبی ہے نہیں۔

قومو اللہ قانتین (عابدین) میں اس کا منہی عنہ نہ ہونا تو معلوم ہو چکا، رہا حضور اقدس ﷺ کا اپنے لئے ناپسند فرمانا تو یہ کراہت طبعی ہے نہ کہ شرعی کراہت، جیسا کہ حضور ﷺ سب سے آگے چلنا پسند نہ فرماتے تھے حالانکہ اس کو کسی نے منہی عنہ نہیں کہا، اسی طرح لانقوموا کما تقوموا الاعاجم بعضهم بعضها بعضاً میں وہ قیام مراد ہے کہ معظم تو بیٹھا رہے اور سب کھڑے رہیں چنانچہ عجم کی یہ عادت تاریخ سے معلوم ہے۔

چنانچہ دوسری حدیث بتسلل لہ الرجال اس کا قرینہ ہے، رہا اہل مولد کا استدلال دلائل جو از قیام للقادم سے محض لچر ہے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

مولانا گنگوہی کا فتویٰ

مولانا گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا، تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۵۹)۔

مولانا خلیل احمد کا فتویٰ

نیز صاحب البذل مولانا خلیل احمد فرماتے ہیں پس دیکھو کہ طیبی نے اس قیام کو تعظیم کا قیام لکھا ہے جو مباح و مندوب ہے۔

(البراہین القاطعہ ص ۲۴۳، ۲۴۶ وغیرہ)

مفتی عنایت احمد صاحب علم الصیغہ کا قول

نیز جناب حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب علم الصیغہ مسئلہ قیام پر بہت

ہی مختصر کلام کرتے ہوئے تاریخ حبیب الرحمن ص ۱۵۱ پر لکھتے ہیں اخلاق نبی ﷺ کے ذیل میں مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب صحابہ آپ کو مسجد میں تشریف لاتے دیکھتے تو اصحاب بیٹھے رہتے کھڑے نہ ہوتے اس سبب سے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہے یعنی بنظر شفقت بایں خیال کہ بار بار کھڑے ہونے میں کہ ہر وقت کی آمد و رفت ہے لوگوں کو تکلیف ہوگی اجازت دے رکھی تھی کہ کھڑے نہ ہوا کریں صحابہ بمقتضائے ”الامر فوق الادب“ کار بند ہوئے۔

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کھڑا ہونا تعظیم کے لئے منع ہے اور حدیثوں سے جواز قیام کا واسطے شخص معظم کے براہ محبت و تعظیم ثابت ہے، امام نووی نے رسالہ (التبیین فی ادب حملۃ القرآن) میں اس مسئلہ کو لکھا ہے اور ایک رسالہ بالخصوص اس مسئلہ کے بیان میں انہوں نے علیحدہ تصنیف کیا ہے اور احادیث سے بدلائل قویہ جواز قیام کو ثابت کیا ہے۔

ان ثقلی مذکورہ و تصریحات علماء اعلام سے معلوم ہو گیا کہ قیام للقادم مکروہ و ممنوع نہیں بلکہ بعض صورتوں میں مستحب بھی ہو جاتا ہے جب کہ اس کا عرف و عادت ہو تو پھر اس کا ترک کرنا موجب عداوت و مقتضی بغض بن سکتا ہو تو وہاں اخلاقاً و شرعاً قیام کرنا ہی چاہئے، اب رہا یہ سوال کہ بہت سی احادیث سے اس کی ممانعت مترشح ہوتی ہے جن کی تفصیل دلائل فریق اول کے تحت گذر چکی ہے تو جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشکال ایک حد تک تو حل ہو گیا کہ عجمیوں کی طرح قیام کرنا ممنوع ہے کہ ان کا معظم آدمی بیٹھا رہا کرتا تھا اور سب اس کے ارد گرد کھڑے رہتے تھے نہ قیام

برائے قادم کی ممانعت مقصود ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی فیض الباری ص ۷۰ ج ۲/۳ میں یہی فرمایا، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہی توجیہ فرمائی ہے اور طبرانی کی اوسط سے ایک حدیث بھی نقل فرمائی ہے جس سے اس توضیح و مطلب کی تائید ہوتی ہے فرماتے ہیں،
عن انسؓ قال انما هلك من كان قبلکم بانہم عظموا
ملوکہم بان قاموا و ہر نحوہ (فتح الباری ص ۱۵ ج ۱۱)۔

یہی اکابر کے فتاویٰ میں گذر چکا ہے، یا مراد عجمیوں کی طرح اس سے محبت رکھنا اور اس کو التزام کے ساتھ عملاً اختیار کرنا مراد ہے یہ ممنوع ہے و اجاب
المخطابی عن قوله من احب ان یقام لہ الی بان یلزمہم
بالقیام لہ صنفوا علی طریق الکبر و قال غیرہ المعنی ان
یقام علیہ و ہو جالس (قسطانی ص ۱۵۳ ج ۱)۔

اس توجیہ سے روایات میں تطبیق و جمع بھی پیدا ہو جاتی ہے اس طرح کہ وعیدات اس کے حق میں ہیں جو اپنے لئے قیام کو پسند و محبوب رکھے اور دوسروں کو التزام کرائے حتی کہ اس کو عادت بنالے نیز اوپر مذکورہ تطبیق کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے الاحادیث المفردہ میں دو باب قائم فرمائے ہیں۔

(۱) باب قیام الرجل لآخیه اور اس میں وہ احادیث مذکور ہیں جن میں قیام کا ذکر ہے مثلاً حدیث سعد بن معاذ و غیرہ۔

(۲) دوسرا باب قائم فرمایا باب من کراہ ان یفعد و یقوم لہ

الناس اور انہیں ممانعت والی روایات کی تخریج فرمائی ہے جس سے انکار و حجان صاف معلوم ہو گیا چونکہ فقہ البخاری فی تراجمہ دنیائے حدیث کو معلوم ہے، تطبیق کے بعد ان احادیث کا جواب بھی ضروری ہے جو شروع میں ذکر کی گئی ہیں جن سے ممانعت سمجھی جا رہی ہے۔

نمبر اول: حدیث جس میں عجمیوں کی طرح قیام کی ممانعت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سند کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے مضطرب ہے اس کے راوی مجہول ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ص ۵۰ ج ۱۱ میں علامہ طبری کے حوالہ سے رقمطراز ہیں و اجاب عنہ الطبری بانہ حدیث مضطرب السند فیہ من لا یعرف، دوسرے اس کا مطلب مطلقاً قیام سے منع کرنا نہیں بلکہ عجم والے قیام کی ممانعت ہے جس کی وضاحت بالتفصیل گذر چکی ہے۔

نمبر دوم: وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ کا قیام کو ناپسند کرنا مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں کہیں غلو فی التعظیم کرنے لگیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تعریف و مدح میں مبالغہ کرنے کو بھی منع فرمایا، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ کی ذات میں مبالغہ سے کام لیا حتیٰ کہ ان کو عبد سے ابن اللہ، بلکہ اللہ بنا ڈالا اور ان اللہ ثالث ثالثہ کا دعویٰ کیا تو یہ ممانعت باب سد الذرائع کی قبیل سے ہوگی، دوسری وجہ ممانعت کی اپنی ذات اقدس کے لئے تواضع ہے اور متکبرین کی مخالفت ہے اور اہل عرب کے دستور کے موافق سادگی اور کراہت طبعی نہ کہ شرعی کما قال الشیخ اتھانوی۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ حضرات صحابہ کونبی کریم ﷺ سے پہلے ہی سے بیحد و حساب محبت و عظمت کا تعلق تھا قیام سے جو مقصد ہوتا ہے وہ وہاں پہلے سے حاصل ہے، لہذا اب قیام کرنا محض تحصیل حاصل ہوگا، امام حدیث علامہ ابن حجر فتح الباری ص ۵۳/ج ۱۱ میں فرماتے ہیں۔

والجواب: عنه من وجهین احدهما انه خاف عليهم الفتنۃ
اذا افرطوا في تعظيمة فكره قيامهم له لهذا المعنى كما قال
لا تطردوني ثانیہما انه كان بينه وبين اصحابه من الانس
وكمال الود والصفاء ما لا یحتمل زیادۃ بالاکرام بالقیام فلم
یكن فی القیام مقصود اس میں صحابہ کو ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام
کرنے سے منع کرنا مقصود نہیں ہے اس واسطے کہ خود سرکار دو عالم ﷺ نے بعض صحابہ کی
خاطر قیام فرمایا جیسا کہ دلائل فریق ثانی میں گذر چکا ہے، اور اپنی مجلس میں اس کی تقریر
و تثبیت بھی فرمائی بلکہ مزید یہ ہے کہ اپنے دوسروں کو حکم بھی فرمایا کما یدل علیہ
قول صاحب فتح الباری / ص ۵۳/ ج ۱۱ / ولم یکره قیام
بعضہم لبعض فانه قد قام لبعضہم وقاموا لغيره بحضرتہ فلم
ینکر علیہم بل اقره وامر بہ -

نمبر سوم: پر جو حدیث ہے حضرت معاویہؓ کے حوالہ سے گذری ہے من سرہ
ان یتمثل له الرجال قیاماً الخ اس کا جواب بھی تشریح کے ضمن میں گذر چکا ہے مگر
یہاں تصریحاً لکھا جاتا ہے کہ اس سے مقصود وہ شخص ہے جو اپنے لئے دوسروں سے قیام

پسند کرے اور ان کو اس کا مکلف بنائے اور بے ارادہ کسی دوسرے کی اسی طرح تعظیم کریں وہ اس میں داخل نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن وہبان سے علامہ شامی نے یہی نقل فرمایا ہے وما ورد من التوعد علیہ فی حق من یحب القیام بین یدیہ کما یفعلہ الترتک والاعاجم (رد المحتار ص ۳۸۴ ج ۲)۔

نمبر چہارم: پر جو حدیث شریف ہے ابو بکرہ صحابی کا قصہ جس میں مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اباؤ اور انکار اس جگہ بیٹھنے سے اس وجہ سے تھا کہ کہیں وہ اس حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو جائیں جس میں کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھنا مروی ہے، ورنہ اگر دوسرا بطیب خاطر بخوشی قلب اجازت دے تو کیا مضائقہ ہے مگر چونکہ ان کو بطیب خاطر جگہ دینے میں شک تھا یہ خیال فرمایا کہ کسی دوسرے کے کہنے سے اس نے جگہ دی ہے وغیرہ وغیرہ تو جہات ہیں جن کی طرف حدیث کی تشریح کے ضمن میں اشارہ گذر چکا ہے۔

مسئلہ :- جو شخص تعظیم کا مستحق ہو اس کی خاطر قیام کرنا چاہیے مگر خود اس کو یہ تصور و خیال نہ کرنا چاہئے کہ میں اس کا مستحق ہوں کہ پھر ترک سے اذیت محسوس کرنے لگے شکایت و عتاب کی نوبت آپہنچے تاکہ شریعت مطہرہ کے مزاج کے مطابق طرفین میں خوشگواہی اور خوش تعلق قائم رہے جیسا کہ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

چند مثالیں ایضاً مسئلہ کی خاطر حسب ذیل لائی جاتی ہیں (۱) زکوٰۃ میں عالمین اور معظمین دونوں کو آداب سکھائے گئے ہیں جس سے دونوں میں خوش تعلق قائم رہے اور دونوں کنٹرول میں رہیں، چنانچہ جب اصحاب الاموال والاعراض سے خطاب کیا تو

فرمایا سیاتیکم ذکب مبغضون ای العاملون وانما تبغضونہم
لاخذ ہر الزکوٰۃ یعنی تمہارے پاس ایک جماعت آئے گی جو تمہارے نزدیک
مبغوض ہوں گے کیونکہ وہ تم سے زکوٰۃ وصول کریں گے اور یہ انسان فطری اور جنلی
طور پر مال سے محبت کرنے والا پیدا کیا گیا ہے اِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ اس
لئے وہ تمہیں برے معلوم ہوں گے۔

آگے فرمایا کہ جب وہ آئیں تو تم ان کو مرحبا و خوش آمدید کہو اور وہ جو چاہیں گے
بخوشی اس کو منظور کرنا، اگر انہوں نے عدل و انصاف سے کام لیا تو اس کا اجر و ثواب
انہیں ملے گا اور اگر انہوں نے تم پر ظلم کیا تو اس کا وبال ان پر ہوگا تم اپنی طرف سے ان
کو راضی کرنے کی پوری کوشش کرنا، کیونکہ تمہاری زکوٰۃ جب ہی مکمل ہوگی جب وہ تم
سے راضی ہو جائیں گے اور تمہیں دعاء دیں گے کہ ذافی ذویۃ ابی داؤد الفاظ
یہ ہیں قال رسول اللہ ﷺ سیاتیکم ذکب مبغضون ای العاملون
وانما تبغضونہم لاخذ ہر الزکوٰۃ فاذا جاءکم فرحبوہم
وخلو ایںہم وین ما یتغون فان عدلوا فلا نفسہم وان
ظلموا فاعلیہم وادضواہم فان تعامر ذکاتکم رضاہم ولیدعوا
لکم ذوا ابودانود فیض الباری ص ۲۸۴ ج ۳ ر اور جب عاملوں سے خطاب
فرمایا تو ان کو فرمایا کہ دیکھو ان کا بڑھیا مال مت لینا اور ظلم ہرگز نہ کرنا، دیکھو مظلوم کی
بددعا قبول ہونے میں کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا اور مزید فرمایا کہ جس نے زکوٰۃ وصول
کرنے میں تعدی کی وہ ایسا ہے جس نے زکوٰۃ کو منع کر دیا ہو۔

(۲) باب النکاح میں ولی اور مولیہ (لڑکی) دونوں سے اس طرح خطاب فرمایا کہ فریقین میں اعتدال قائم رہے وہ اس کا خیال رکھے اور یہ اس کا خیال رکھے، چنانچہ جب لڑکی سے خطاب فرمایا تو فرمایا کہ دیکھو ولی کے بغیر تمہارا نکاح ہرگز نہ ہونا چاہئے لانسکاح الابولی اور جب اس کے اولیاء کی طرف خطاب کا رخ فرمایا تو فرمایا کہ تم لڑکی کی مرضی کا حد درجہ خیال رکھنا بغیر اس کے استیذان و اجازت کے اس کا نکاح مت کرنا وہ اپنے بارے میں تصرف نکاح کرنے کی زیادہ مستحق ہے، اس تفصیل اور طرفین سے متعلق شریعت کے مزاج کو سمجھنے کے بعد نہ روایات میں کوئی تضاد و تخالف محسوس ہوگا نہ تعارض بلکہ ہر ایک کا محمل جدا جدا نظر آئے گا۔

اسی قاعدہ کے مطابق شریعت مطہرہ نے یہی طرز حسن باب القیام میں بھی اختیار کیا ہے چونکہ یہ بھی دو فریق سے متعلق ہے (۱) قادم یعنی آنے والا (۲) جالسین یعنی بیٹھنے والے اس لئے آنے والے کو تواضع اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی کہ مجلس میں پہنچنے پر جہاں موقع ہو وہیں بیٹھ جائے کرسی صدارت ہی سنبھالنے کی کوشش نہ کرے اور ادھر جالسین کو تعلیم دی کہ تمہیں آنے والے کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرنا چاہئے اس کو دیکھ کر جنبش کرنی چاہئے مرحبا کہنا چاہئے، چنانچہ وائلہ بن الخطابؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اس شخص کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے جنبش فرمائی اس پر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جگہ میں کافی وسعت ہے جنبش فرمانے کی زحمت کیوں فرمائی، فرمایا کہ مسلمان بھائی کا ایک حق

ہوتا ہے جب کوئی بھائی مسلمان اس کو دیکھے تو اسکو اسکی خاطر جنبش و حرکت کرنی چاہئے
روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وعن واثلة بن الخطاب قال دخل رجل الى رسول الله
ﷺ وهو في المسجد فاعد فتزحزح له رسول الله ﷺ فقال
الرجل يا رسول الله ان في المكان سعة فقال النبي ﷺ ان
للمسلم حقاً اذا رآه اخوه ان يتزحزح له رواهما البيهقي في
شعب الایمان (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۳ ج ۲)۔

اقسام قیام:

گزشتہ اوراق میں قیام کے مختلف اسباب آپ پڑھ چکے ہیں اس کے لحاظ سے
قیام کی مختلف اقسام جائز و ناجائز مکروہ و مباح بنتی چلی جائیں گی، چنانچہ علامہ
بدرالدین عینی نے علامہ ابوالولید کے حوالہ سے چار قسمیں تحریر فرمائی ہیں۔

قسم اول: اس شخص کی خاطر قیام کرنا جو اپنے واسطے قیام پسند کرے تکبراً
و تعظیماً یہ ممنوع ہے۔

قسم ثانی: جس کا حال ایسا نہ ہو مگر خوف ہے کہ کہیں اس قیام کی وجہ سے اس
کے دل میں یہ مغلطوہ مذکور لازم نہ آجائے اور وہاں جبارہ سے مشابہت بھی لازم آتی
ہے یہ بھی صحیح نہ ہوگا۔

قسم ثالث: علی سبیل البر والاکرامہ قیام ہونہ وہاں تشبہ مذکور کا

خوف ہو اور نہ مخطور کا اندیشہ ہو تو وہاں جائز ہوگا۔

لہذا جن اکابر کے واقعات میں اپنے لئے قیام کرنے پر تشدد مروی ہے جیسا کہ حضرت اقدس مدنی ایک بار کسی جگہ تشریف لائے اور وہاں بہت سے علماء پہلے سے تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت کو دیکھ کر قیام کیا تو اس پر ناراض ہوئے یہ ان کی تواضع و عاجزی پر محمول ہوگا اور رحمتِ عالم ﷺ کے حال کی اقتداء کہا جائے گا نہ یہ ہے کہ قیام کے عدم جواز و کراہت شرعی پر اس سے استدلال کیا جائے۔

قسم رابع: سفر سے کوئی آئے اس کی خوشی میں ترصیاً قیام کرنا یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے ان کی عبارت جس سے یہ امور مستفاد ہوئے درج ذیل ہے۔

وعند ابی الولید بن رشد ان القیام اربعة الاول محظور
وهو ان يقع لمن یرید ان یقام له تکبراً وتعظیماً والثانی
مکروہ وهو ان يقع لمن لا یتکبر ولا یتعاضر علی القائمین
ولا یخشى ان یدخل نفسه بسبب ذلك ما یحذر ولما فیہ من
التشبیہ بالجبارۃ والثالث: جائز وهو ان يقع علی سبیل البر
والاکرام لمن لا یرید ذلك ویومن من التشبیہ بالجبارۃ
والرابع مندوب وهو ان يقع لمن قدم من سفر فرحاً بقدمه
لیسلم علیہ اوالی من تجدلات له النعمة فیہنہ بحصولها
او مصیبة فیعزیه بسببها (عمدة القاری شرح بخاری ص ۲۵۲ ج ۱۱)۔

نیز حافظ الدین علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی متعدد اقسام تحریر فرمائی ہیں جو اوپر

نہیں آئیں صرف ان کو لکھا جاتا ہے۔

الخامس: ایک شخص بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے آس پاس قائم ہوں جیسا کہ عجم کے متکبرین اور بعض سلاطین کا طریقہ ہے یہ ممنوع و حرام ہے۔

السادس: کسی قابل تعظیم و اکرام شخص کی خاطر اس کے آنے کے وقت کھڑا ہونا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

السابع: محض آتا دیکھتے قیام کرنا اس کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ یہ نزاعی مسئلہ ہے ان کی عبارت یہ ہے۔

والقیام بنفسم الی ثلاث مراتب قیام علی داس الرجل
وہو فعل الجبارة قیام الیہ عند قدمہ ولا پاس بہ و قیام عند
دوینہ و ہو المتنازع فیہ (فتح الباری ص ۵۱ ج ۱۱)۔

مسئلہ یا اگر قیام نہ کرنے سے اپنی عزت و نفس کا خوف ہو تو بھی قیام جائز ہوگا
چنانچہ بذل الحجود شرح ابی داؤد ص ۳۶۶ ج ۵ میں ہے و کتب مولانا
یحییٰ المرحوم فی التقریر قولہ باب القیام و ہو جائز فی
نفسہ ما لم یعتر علیہ عارض یخرجہ من الجواز
الی الکراہۃ مثل خوف افتنان الذی الخ۔

مسئلہ: کسی کے لئے اس وقت قیام کرنا جبکہ دل میں واقعی تعظیم نہ ہو محض
ریا و شہرت کے واسطے ناجائز ہے قال فی بذل الحجود ص ۳۶۶ ج ۵ و كذلك لا يجوز
لہ ان یقوم لغيره لایاء و سمعة و لیس فی قلبہ شی من المودة

والعظمة الباعثة على القيام فلا يقوم الا موافقا ظاهرا لا باطنا۔
 مسئلہ: دوران تلاوت اگر کوئی استاذ یا والد، یا کوئی عالم آجائے تو اس کی تعظیم کے
 واسطے قیام کرنا بھی جائز ہے ان کے علاوہ کے لئے نہیں عالمگیری میں ہے ص ۳۱۶ ج ۵
 قوم یقرؤن القرآن من المصاحف او یقرؤ کتابا یترجل واحد
 فدخل علیه واحد من الاجلة او الاشراف فقام القادی لاجله
 وما سوى ذلك لا يجوز كذا فی فتاویٰ قاضیخان۔

الغرض قیام کے احکامات و مسائل ہر صورت میں یکساں حکم نہیں رکھتے بلکہ
 احوال و اشخاص کے لحاظ سے مختلف قسمیں جواز و عدم جواز مباح و مستحب مکروہ نکلتی
 ہیں جن کی تفصیلات حسب القدرة آچکی ہیں، خوب سوچ کر دیکھ لیا جائے کہ اگر
 بطور اعجاز کے کہیں خود حضور سرور کائنات ﷺ تشریف لے آویں اور رویت و یقین
 دونوں حاصل ہو جائیں تو قیام تعظیمی کے منکرین کھڑے نہ ہو جائیں گے کما قال
 حکیم الامتہ فی امداد الفتاویٰ ص ۲۷۲ ج ۳۔

قیام میلاد:

یہاں تک قیام کے جزء اول یعنی کسی عالم فاضل، بزرگ ذی وجاہت و اثر،
 ذی تقویٰ و صلاح شخصیت کے واسطے قیام کرنا اس کے اکرام و احترام میں بالخصوص
 والدلائل و التصریحات الفقہیہ مذکور ہوا ہے، اب قیام کے جزء دوم میلاد میں قیام کے
 بارے میں گفتگو و بحث لائی جا رہی ہے آپ نے خوب سمجھ لیا کہ ان جملہ روایات میں

فقہاء اعلام، علماء عظام، محدثین کرام نے جو بھی کچھ فرمایا وہ سب قیام برائے قادم سے متعلق ہے ان میں کسی بھی جگہ صراحتہ و اشارتہ، دلالت و کنایہ، قصداً و جہاً، اصلاً و ضمناً میلاد مروج میں قیام کے ثبوت کا ادنیٰ سے ادنیٰ خفیف سے خفیف اشارہ بھی نہیں ملتا چونکہ قیام تو قادم (آنیوالے) کی تعظیم کے لئے ہوا کرتا ہے جبکہ وہ مستحق تعظیم بھی ہو اور یہاں قادم تشریف آوری کہاں ہے محض ذکر قادم ہے فاین ہذا من ذلك چونکہ یہاں آنا ثابت نہیں ہے تو قیام بھی نہ ہوگا، اس تذکرہ کے وقت قیام کہیں منقول و متعارف بھی نہیں کما سیاتی، چنانچہ سلاطین کے گھر بچے پیدا ہوتے ہیں حاضرین نے کبھی قیام نہیں کیا یا اس کا ذکر سن کر کسی نے قیام کیا ہو ہرگز ہرگز ثابت نہیں پس یہ فرق سمجھدار کے لئے کافی ہے، مگر رونا اس چیز کا ہے کہ ایک بدیہی چیز ایسی نظری بلکہ پیچیدہ بن گئی یا بنا دی گئی کہ بہت سے لوگوں کو سمجھنا مشکل ہو گیا، الغرض جن لوگوں نے اس سے قیام تعظیمی میلادی پر استدلال کیا ہے انہوں نے اولاً ایک مفروضہ گھڑا کہ آنحضرت ﷺ محفل میلاد میں بنفس نفیس بذات شریف تشریف لاتے ہیں اس لئے قیام کرو، اس کا جائزہ لینے سے قبل ہم اس کی شروعات و آغاز پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے کہ کب آغاز ہوا اور کس طرح کس نے کیا؟۔

میلاد کی شروعات:

حضرت الاستاذ جامع الکلمات حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نے فرمایا کہ ذکر میلاد کے وقت قیام کرنا قرونِ ثلاثہ میں کہیں ثابت نہیں نہ جناب فخر دو عالم

ﷺ کے عہد مبارک میں اس کا وجود تھا نہ خلفائے راشدین عادلین، صالحین، راشدین، کاملین کے عہد زریں میں نہ ائمہ مجتہدین امام اعظم فقیہ الامۃ سراج الملتہ ابوحنیفہؒ، امام دارالہجرت مالک بن انسؒ، امام عالی مقام محمد بن ادریس الشافعیؒ، امام بلند مرتبہ احمد بن حنبلؒ کے عہد ووقت میں، نہ محدثین کرام امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابو داؤدؒ، امام نسائیؒ، امام طحاویؒ، امام ابن ماجہؒ وغیرہم اجمعین ہی سے ثابت ہے، نہ اولیاء صالحین حضرت شیخ المشائخ غوث وقت عبدالقادر جیلانیؒ، سلطان المشائخ خواجہ معین الدین چشتیؒ، سید العارفین شیخ بہاؤ الدین نقشبندیؒ، غوث السالکین شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے منقول ہے، حالانکہ سرور کائنات ﷺ فداہ ابی وامی کے سیر و حالات کا ذکر اذکار بطریق وعظ، تدریس، مذاکرہ و تحدیث ہزار ہا ہزار بار ہوتا رہا مگر کہیں فخر و عالم ﷺ نے اس کا استحباب یا مندوب ہونا مباح و جائز ہونا کچھ کسی طرح قولاً وفعلاً و عملاً تقریراً ارشاد فرمایا ہو ہرگز ثابت نہیں ہے، یہ بات کہ خود سرکار والا شان ﷺ الف الف مرۃ بقدر کل ذرۃ کے واسطے کوئی کوئی کھڑا ہو خارج بحث ہے اور اس کا قیاس اس پر محض اپنی جہالت کا اعلان اور اپنی سفاہت کا بیان ہے کلام و گفتگو اس میں ہے کہ آپ ﷺ کے ولادت کے ذکر کے وقت جیسا کہ سفہاء زمانہ در بعض دیار کرتے ہیں کہیں ثابت ہو سو یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے بعد ایک طویل دور صحابہ خیر ہذہ الامۃ کا تابعین واتباع تابعین و من بعدہم کا اس امت پر اس طرح بیت گیا کہ اس خرافاتی مجلس کا کہیں وجود نہ تھا مگر یہ

لعنت مسلمانوں میں غیروں کی تقلید میں آئی تھی جو ہو کر رہی، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ قبل از اسلام دیگر قومیں بڑی شان و شوکت کیساتھ اپنے بزرگان ملت کا جنم دن یوم ولادت مناتی تھیں اور آج بھی مناتی چلی آ رہی ہیں، چنانچہ یہود یوم ولادت کو جنم دن جسمی، نصاریٰ بڑاون، بدھ قوم بدھ جینتی اور یہود نوروز کہتے ہیں، ان اقوام مذکورہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگان ملت کی ہر سال از سر نو ولادت ہوتی ہے، بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگان دین کی روحیں فقط حاضر و ناظر ہوتی ہیں، لیکن جمہور رضویہ کا عقیدہ و خیال یہ ہے کہ بزرگان دین بذات خود اپنے جنم دن کی تقریب میں حاضر و ناظر ہو کر ہماری فریاد و استغاثہ سکر مشکل کشائی فرما جاتے ہیں (استغفر اللہ) کیونکہ حق تعالیٰ نے ان کو مستقل مختار النکل بنا کر اپنی خاص ذاتی صفت قرب و معیت عطا فرمائی ہے اسلام نے ان عقائد و رسوم شرکیہ کو ختم کر کے صرف دو یوم ”عید الفطر و بقرعید“ کو اظہار مسرت کے لئے مقرر فرما کر ہر سال جنم دن منانے اور یوم ولادت کو یوم سرور ٹھیرانے اور یوم وفات کو یوم غم منانے کو شعار کفر قرار دیا ہے، یہی سبب ہے کہ ۶۰۳ھ تک کوئی مسلمان محفل میلاد شریف کے نام سے بھی واقف نہ تھا یہی اس کی ابتداء کا سال ہے۔

مظفر الدین شاہ اربل شیعہ المتونی ۶۳۰ھ نے قوم نصاریٰ و یہود اور یہود کی تقلید مذموم کرتے ہوئے ماہ ربیع الاول میں دن و تاریخ کے تعیین کے ساتھ محفل شریف منانے کے لئے فرمانِ شاہی جاری کیا اور علامہ ابو الخطاب نحوی شیعہ نے سب سے

پہلے جواز کا فتویٰ صادر فرما کر اس موضوع پر ایک رسالہ التتویر لکھ کر خزانہ شاہی سے خلعت فاخرہ اور ایک ہزار پاؤنڈ انعام حاصل کیا اور شیخ الاسلام کا خطاب حاصل کیا خسر الدنیا والآخرۃ، چنانچہ آج بھی بدعت ایک بہت بڑی تجارت بن چکی ہے لاکھوں لوگوں کو گمراہ کر کے اموال خبیثہ حاصل کئے جا رہے ہیں۔

میلاؤ کے موجد و مؤید کا مختصر تعارف:

سلطان مظفر الدین ابوسعید کو کبری المتوفی ۶۰۳ھ جو بقول علامہ معز الدین حسن النخوارزمی کے نہایت فضول خرچ مسرف بادشاہ تھا چنانچہ ہر سال تین لاکھ روپے اس بدعت پر خرچ کرتا تھا کما قال العلامة الذہبی، یہ لوگوں کو ائمہ صالحین کی تقلید سے منع کرتا تھا اور خود اپنے قیاس و اجتہاد پر عمل کرنے کی دعوت دیتا گویا غیر مقلد تھا مزید یہ کہ شیعہ، الغرض عمل کے لحاظ سے بھی فاسق و فاجر، اور عقائد کے لحاظ سے بھی گمراہ و ضال بلکہ قریب الکفر، اب بھی اس کے مزار پر سالانہ عرس محفل سماع کیساتھ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے، بے شمار افراد تبرکاً اس کے مزار کا غسل (پانی) نوش فرماتے ہیں اور ساتھ بھی لے جاتے ہیں، امامیہ کے قبرستان مشہد مقدس میں ان کا مزار ہے، اس کے بارے میں دوسرا قول مرجوح تعریف کا بھی ہے، ایسے ہی اس کے مؤید ابولخطاب لغوی متوفی ۶۳ھ مصر کے مشہور قبرستان فاطمہ میں پختہ مزار میں آرام فرما ہیں جس پر ہر وقت اہل سماع و غناء حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور چنگ و رباب کی

تھاپ سے شاید ہی کوئی لمحہ خالی رہتا ہو۔

الغرض اس طرح اس کا مزار قوالی و عرس و گانے بجانے و دیگر امور محرمہ کا نہایت رنگیلا محل بن گیا، جیسا کہ فی زمانہ کلیر، اجمیر، نظام الدین، گنچ مراد آباد، کچھوچھو، بریلی، گنگوہ، پانی پت، وغیرہ سیکڑوں بزرگوں کے مزارات کا بُرا حال ہے، سالانہ عرس، قوالیاں، عورتوں مردوں کا اختلاط، سجادگان کے پاؤں پر سجدے اور عورتوں کیلئے پیشانیاں وغیرہ وغیرہ گمراہیاں بلکہ زنا کاریاں تک ہو رہی ہیں، العیاذ باللہ سبعین مرتبہ اور یہ سب پردہ عقیدت میں ہو رہا ہے۔ ع

ان کے مزار پر بہت آن بان ہے

بعد مردن بھی شریعت کو پائمال ہی کیا! (از بندہ راقم السطور)

اس کے برخلاف ان اعلام امت کی قبروں کو دیکھ لیجئے کہ جنہوں نے اس سے منع فرمایا اللہ نے بعد وفات کے ان کو اس سے محفوظ رکھا ہے ان کا حال یہ ہے جو کسی حیدرآبادی شاعر نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مزار کی زیارت کرتے ہوئے کہا تھا۔

ان کے مزار پر کوئی آن بان نہیں بعد مردن بھی شریعت کا پاس رہا

کما ذکرہ لی استاذی دوالدی الشیخ شریف احمد المؤمن رحمۃ اللہ علیہ مؤسس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، الغرض ان دونوں کی ایجاد و تائید سے جو کچھ رافضی، تبرائی، کذاب و مسرف، ضال و مضل تھے، یہ مجلس میلاد و وجود میں آئی جس کے موجد

و مؤید ایسے ہوں تو انصاف سے بتائیے کہ ان کے قبعین کا حال کیا ہوگا، من سن
سنة سیة فله و زردھا و زرد من عمل بها خود بھی گنہگار اور جتنے اس کو
کریں گے ان کا گناہ مزید:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

چنانچہ ایک عالم نے مشاہدہ کر لیا کہ ان کے قبعین و مقلدین ضلالت و گمراہی
کے جس قعر عمیق میں پہنچ چکے ہیں کہ ہزاروں وعظ و پند کی سنہری زنجیریں بھی ان کو
ورطہ ظلمات سے نکالنے کے لئے ناکافی ثابت ہو رہی ہیں اور ان کا حال یہ ہو رہا ہے
جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

ناصحامت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

اگرچہ اس کی ابتداء میں تو اس میں تین چیزیں ملحوظ ہوتی تھیں (۱) ماہ ربیع الاول
کی تاریخ کا تعیین (۲) علماء صلحاء کا اجتماع (۳) ختم محفل پر اطعام طعام کے ذریعہ
آں حضور ﷺ کی روح مبارک کو ایصال ثواب۔

اس کے باوجود اس دور کے علماء میں اس مجلس کے جواز و عدم جواز کے متعلق
بحث و گفتگو چلی تو علامہ فاکہائی جو اس دور کے بڑے عالم و محدث تھے وہ اور ان کے
رفقاء نے ان خود ساختہ قیود کی بنا پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے بدعتِ سیئہ
قرار دیا اور بعض علماء نے اس کی ہموائی کی، ان میں فرقہ امامیہ کے افراد اور بعض

شواہد علماء تھے ان کے علاوہ ان کے بعد ہر دور میں علمائے راہنما نے اس کی تردید کی چنانچہ کتاب المدخل میں علامہ ابن الحاج نے ۳۲ صفحات میں اس کے قبائح و مفاسد خوب وضاحت سے بیان فرمائے اور سیر حاصل بحث فرمائی، اور وہ ۳۷۷ میں علامہ ابن الحاج اپنے رسالہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے، علامہ ابن حجر شافعی مکی یثربی نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس کو ناجائز اور ممنوع لکھا، علامہ شامی نے رد المحتار میں نذر مزارات کی حرمت لکھنے کے بعد تحریر فرمایا: اقبح منه النذر بقراءة المولد فی المقابر مع استعماله علی الغناء واللعب وثواب ذلك الی حضرت المصطفیٰ ﷺ بعدہ حضرت مجدد دہر ہندی اور دیگر بزرگوں نے خوب ہی تردید کی جس کے چند نظائر آئندہ آرہے ہیں۔

الغرض جہاں جہاں یہ مجلس پہنچی علماء امت نے وہیں وہیں اس کی تردید کی عربی، اردو، فارسی اور دیگر زبانوں میں اس کی تردید موجود ہے اور آج تک کی جا رہی ہے اور یہ بھی اس سلسلہ الذہب کی ایک کڑی ہے اور یحمل هذا العلم من کل خلف عدول ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین میں داخلہ کی ایک کوشش ہے بعد میں اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی بد عملیاں و اعتقادی گمراہیاں اس کے ساتھ شروع ہو گئیں کچھ سنتے چلے۔

قباح میلاد:

(۱) محفل میلاد میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام نے کہیں اس کا حکم نہیں فرمایا (۲) خود محفل میلاد کو بھی واجب کا درجہ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مباح چیز بھی مکروہ بن جاتی ہے چہ جائے کہ مکروہ و ممنوع چیز کو واجب سمجھنا کما صحیح بہ فی الدرر المختار کمل مباح یودی الی الوجوب فمکروہ۔

(۳) بعض مہینے اور مقررہ تاریخ پر میلاد کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے حالانکہ جب شریعت نے کوئی خاص مہینہ اور تاریخ متعین نہیں کی تو اپنی طرف سے شریعت غراء میں زیادتی کرنا ناجائز ہے، صحیح مسلم میں ہے لا تختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین الیالی ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام کہ اپنی طرف سے جمعہ کی رات قیام و نوافل کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ خاص کرو اپنی طرف سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے ساتھ۔

(کذا فی احسن الفتاویٰ ص ۳۴۸ ج ۱)

(۴) اس کے علاوہ طرح طرح کے تکلفات کا مرتکب ہونا جیسے فرش فروش قالین، چراغ، قندیل، فانوس، سامان روشنی زائد علی الحاجة اور اس پر مال کا اسراف کرنا ان المَبذِرِینَ مَکَانُوا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ کا کامل مصداق بنتا ہے، پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ فضول خرچی کرنے والے وہ غربت زدہ قوم ہے جو روٹی کپڑا

مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہو جاتی ہے اور پھر یہ سب کچھ اس مقدس ہستی کے نام پر کیا جا رہا ہے جو خود شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے مگر جانوروں تک کی بھوک پیاس منکر تڑپ جاتے تھے۔

آج کمیونزم ۱۔ و شوٹلزم اسلام کو دانت دکھا رہا ہے جب دنیا کی انتہائی برگزیدہ و مقدس ترین ذات کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلا جا رہا ہے تو لادین طبقے اس سے کیا اثر لیں گے، اور واقعی اسلام غیروں کی تو بعد میں شکایت کرتا ہے اس کو پہلے اپنوں ہی سے شکایت ہے۔

من از بیگان گان ہرگز نہ نالم

کہ با من ہرچہ کرو آں آشنا کرو

(۵) وہاں مجتمع ہو کر عورتوں، مردوں، بچوں، بڑوں کا خلط ملط ہونا جن کو شریعت

نے مسجد میں آنے سے بھی منع کر دیا ہو وہ آج وہاں پوری زیب و زینت کے ساتھ مردوں کے درمیان گھوم رہی ہیں جس کی شریعت میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

(۶) بے ریش لڑکوں کا گانا اور ایسے ایسے اشعار پڑھنا جن سے نبی کریم ﷺ

کی تعظیم کے بجائے گستاخی کا (العیاذ باللہ) پہلو نکلتا ہے۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

بطور نمونہ کے دیکھئے!

آمنہ سے ہے روایت اور یہ تجھ کو پیدا ہو گیا جب دروزہ
ہاتھ سے میرا شکم ملنے لگا اور کہتا تھا کہ وہ نورانی تھا
(از مولود سعدی صاحب)

اس سے زائد سنگین وہ اشعار ہیں جن میں حلول کے عقیدہ کا اظہار ہے اور
نبی کریم ﷺ کو جو اللہ کے عبد ہیں اللہ اور خدا بتایا گیا ہے۔

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کا کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
خدا و مصطفیٰ کی کنہ میں ادراک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے

خدا نے صورت احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی ان کا مرتبہ جانے (از مولود سعدی ص ۲۶)

وہ جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

یہ بالکل نصاریٰ کے عقیدے **إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ** کے عین
موافق ہے، بتائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو گا یہ کھلا شرک ہے قال تعالیٰ **إِنَّ
الْبَشْرَكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** جبکہ کامہ توحید میں صاف بتایا گیا **أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدٌ
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ**۔

(۷) وہ روایات جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر غیر معتبر اور بعض سرپا موضوع جن کا پڑھنا سننا گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ مولود سعدی کی روایات دیکھنے اسی سے آپ کو خوب اندازہ ہو جائے گا، حضرت ملا علی قاریؒ و حافظ عسقلانیؒ و سیوطیؒ اگر حیات ہوتے تو موضوعات میں ان کو شامل کر کے ان کے پڑھنے والوں پر بے انتہا ناراض ہوتے اور ان کو اعلیٰ درجہ کا فاسق و فاجر خدا اور رسول کا دشمن قرار دیتے۔

صریح فرمان رسالت مابینہما ﷺ ہے من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعداً من النار (مسلم شریف ص ۷۱ ج ۱)۔

اور کبھی فرمایا من تعد علی کذبا فلیتبوا مقعداً من النار (مسلم شریف ص ۷۱ ج ۱) کہ جس شخص نے جان بوجھ کر میرے متعلق جھوٹی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے یہ امر بمعنی خبر ہے یہ روایت محدثین کے نزدیک متواترات میں داخل ہے، افسوس اس قدر تشدید و وعید کے باوجود آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے وہی کام کر رہے ہیں جو آپ ﷺ کی شان میں ایک عظیم گستاخی ہے۔

بسوخت عھش ز حیرانی ایں چہ بوالعجبی است

(۸) زور زور سے صلوٰۃ و سلام کا پڑھنا اور ہر کس و ناکس کا اس میں مدعو کرنا جن کی سیرت و صورت پیغمبر خدا فداہ ابی و امی کی سیرت و صورت کے خلاف ہو، ستم بالائے ستم پھر یہ کہ اس کو مجلس رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے جو موجب تعجب و حیرت ہی نہیں بلکہ ہزار ہا افسوس کی بات ہے، بھلا ایسے محرمات پر مشتمل مجلس کو رسول اللہ ﷺ کہا جانا آپ کی گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی پوری سیرت طیبہ میں ایک

مجلس بھی ایسے ثابت کی جاسکتی ہے؟۔

بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر اور آپ کے موئے مبارک، لباس، نعلین شریفین اور آپ کی نشست و برخاست، خور و نوش، نوم و یقظہ وغیرہ کا حال بیان کرنا اور سننا مستحب اور نزول رحمت و برکت کا موجب ہے، بلکہ آنحضرت ﷺ کی ذات والا صفات کے ساتھ جس چیز کو بھی تھوڑی بہت مناسبت ہو جیسے کہ آپ ﷺ کے نعلین شریفین کی خاک اور آپ کا بول و براز بلکہ آپ کی سواری کے جانور دراز گوش کے پیشاب و پسینہ کا ذکر بھی ثواب سے خالی نہیں جبکہ احادیث صحیحہ اور روایات معتمدہ سے ثابت ہو اور طریقہ ذکر بھی مطابق سنت ہو۔

ارشاد الطالین میں محدث عصر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پٹی نے فرمایا ہے:

ان القول لا یقبل ما لم یعمل بہ یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا اور یہ دونوں و کلاهما لا یقبلان بدون النیۃ (قول و عمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہ ہوں والقول والعمل والنیۃ لا تقبل گے اور قول و عمل اور نیت مقبول ہونے کے مالم توافق السنۃ لئے ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو

اور آیت کریمہ لَبِّلُوا كُمْ اَبْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر میں ہے کہ احسن عمل سے مراد وہ عمل مقبول ہے جو خالص ہو اور صواب بھی ہو، اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں تو وہ بھی مقبول نہیں ہے، عمل خالص وہ ہے جو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے موافق ہو (تفسیر کبیر ص ۲۴۳ ج ۸)۔

اور الاعتصام ص ۱۱۲ ج ۱ میں حضرت احمد بن ابی الحواری نے فرمایا کہ من

عمل بلا اتباع السنۃ فباطل عملہ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا: لا یستقیم قول و عمل و نية الا بموافقة السنۃ (علمیہ پبلس ص ۹۸ از فتاویٰ رحمیہ)۔

اسی طرح قطب اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے:

لا یقبل قول بلا عمل ولا عمل بلا اخلاص واصابة السنۃ
 عمل اس وقت تک قبول نہیں جب تک اس
 میں اخلاص نہ ہو اور وہ سنت کے موافق نہ ہو

ولادت شریفہ کا ذکر بھی ایک عمل ہے اگر اس کو صحیح طریقہ سے نہ کیا جائے گا تو

وہ قبول نہ ہوگا اور نہ باعث اجر و ثواب ہوگا، الغرض آج جو مجالس میلاد میں لوگ جمع

ہو کر جاہل شعراء کے قصائد، مصنوعی اور من گھڑت روایات جن سے کتب میلاد پر ہیں

پڑھتے ہیں اس میں بے نمازی و فاسق بھی ہوتے ہیں یہ مذکورہ طریقہ خلاف قرآن

و سنت اور بدعت و ضلالت ہے

خلاف پیہر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

(۹) اس میں روافض کے ساتھ مشابہت کا ہونا بالکل ظاہر ہے کہ جس طرح وہ

حضرت حسینؑ کا روضہ و قبہ بناتے ہیں اور ہر سال مرثیہ خوانی کرتے ہیں، اسی طرح

بعض جگہ اس میلاد میں روضہ اطہر ﷺ کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور جگہ جگہ بڑے چوکوں

پر سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور پوری ان کی

نقل اتاری جاتی ہے جس طرح وہ زخمی جنازے، تعزیے، علم، دلدل، وغیرہ نکالا

کرتے ہیں اور سالانہ برسی مناتے ہیں، انہوں نے جو کچھ آل رسول ﷺ کے نام پر کیا

وہی ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کے نام پر کرنا شروع کر دیا، نظر انصاف کیجئے اگر رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھیرنا پھرانا اور اس کے ساتھ روضہ اطہر اور بیت اللہ کا سا معاملہ کرنا اپنی بنائی ہوئی چیز کو اتنا مقدس سمجھنا اس کا طواف کرنا سانگ رچانا غلط ہے اور بلاشبہ غلط ہے تو کیوں ہے؟۔

افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی، حق و صواب، صحابہؓ، قرآن و سنت کو چھوڑ کر خرافات میں لگ پڑے ہم نے ان کی تقلید میں اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی، نیز جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسینؑ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اب رفتہ رفتہ عوام کا لالعام اس نو ایجاد بدعت کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں، اس پر درود و سلام پیش کیا جاتا ہے طواف کرتے ہیں گویا مسلمانوں کو حج و عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جانے کی بھی ضرورت نہیں رہی، ہمارے ان خرافاتی دوستوں نے گھر گھر روضے اور بیت اللہ بنا دئے ہیں اور اوپر سے اس کو ثواب کی چیز سمجھنا سوائے خدا ع نفسانی اور تسویل شیطانی کے اور کیا ہو سکتا ہے ایسے لوگ قول باری تعالیٰ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ زِينَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ سُوًّا أَعْمَالِهِمُ الْآيَةُ كَامِلٌ مُّصَدِّقٌ هِيَ أَوَّلُ وَالدِّينِ اتَّخَذُوا حِينَهُمْ لِهَوَاهُ وَاجِبًا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا كَا پورا نقشہ و تصویر ان کے عمل سے آنکھوں کے سامنے موجود ہے أُولَٰئِكَ فِى ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ اِس پر طرہ یہ کہ سب ان لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آرہا ہے جو اسلام کے مدعی اور دین کے ذمہ دار بنتے ہیں فیا اسفاہ! سچ کہا:

یہ امت روایات میں کھو گئی اور حقیقت خرافات میں کھو گئی

شیعوں کی تقلید مذموم اور اس سے بڑھ کر یہود و نصاریٰ کی پیروی و اتباع اس میں پورے طور پر جلوہ نما ہے، یہ سالانہ جلسے، محافل، قوالیاں، عرس، عیدیں اعمال کفریہ شرکیہ بدعت بلکہ بدعات کا مجموعہ، ایمان فروشی، توحید و سنت کو مٹانے کے بازار ہیں، اور ایسے میلے جن کا رسول اللہ ﷺ، صحابہ، تابعین اور صالحین سے نہ صرف یہ کہ ثبوت نہیں بلکہ سراسر مخالف ہیں، یہ یوم پیدائش یوم وفات تولیدروں، شاعروں اور ادیبوں کو زیب دیتے ہیں (بلکہ ان کے لئے بھی غلط ہیں) کہ سال میں ایک بار جمع ہوئے ان بڑے آدمیوں کی زندگیوں پر تقریریں کیں اور اس طرح ان کی عقیدت و محبت کا حق ادا کر دیا، مگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے مسلمانوں کا ایک دن یا چند کا تعلق نہیں بلکہ زندگی کے ہر لمحہ اور ہر لحظہ کا تعلق ہے اس لئے لیڈروں کے یوم پیدائش کی طرح رسول اللہ ﷺ کا یوم میلاد منا کر حضور اقدس ﷺ کی محبت و عقیدت و عظمت کا حق کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا اور ایسا سمجھنا سوائے حماقت و نادانی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ ہمارے اسلاف کے نزدیک یہ فعل کس درجہ قبیح ہے اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک زمانہ میں یہ بدعت نکلی کہ عرفہ کے دن جب حاجی لوگ عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لئے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں جمع ہوئے اور حاجیوں کی طرح سارا دن تضرع، دعا، گریہ و زاری، آہ و بکا، توبہ و استغفار میں گزارتے اور اس کا نام انہوں نے تعریف رکھا (یعنی عرفہ منانا) بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی بلکہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا عام رواج ہو جاتا تو کم از کم سال کے بعد

تو کچھ مسلمانوں کو توبہ و استغفار کا موقع ملتا جو اس سے دور ہیں، مگر ہمارے علماء اسلاف کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کی سختی سے تردید کی اور آئندہ آنے والی خرافات و بدعات قبائح و مفاسد، شرور فتن کا استیصال کر دیا اور فرمایا التحریف لبس بئسی، چنانچہ صاحب البحر الرائق علامہ وقت ابن نجیم المصریؒ جن کو ابو حنیفہ وقت کہا گیا ہے فرماتے ہیں چونکہ عرفات میں جانا ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا، جیسا کہ طواف بیت اللہ کے علاوہ کاحرام و ممنوع ہے، چنانچہ فرماتے ہیں وانما المرعبتہم لان الوقوف لما كان عبادة مخصوصة بمكان لم یجز فعله الا فی ذلك المكان كما لطواف وغیرہ الا ترى انه لا یجوز الطواف حول سائر البیوت تشبها بالطواف حول الكعبة (البحر الرائق ص ۷۶ ج ۲) بلکہ ایسے شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے جو کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور چیز کا طواف کرے۔

(اختلاف امت ص ۹۳ نقلًا عن البحر الرائق والکفایہ ومعراج الدرر لیه ۱۲)

حضرت شیخ ملا علی القاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے اس لئے انبیاء و اولیاء کی قبور کا طواف کرنا حرام ہے، جس طرح سجدہ اللہ کے لئے خاص ہے غیر کے لئے حرام ہے، جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں خواہ مشائخ و علماء کی شکل میں کیوں نہ ہوں، چنانچہ جب میلاد کرنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ اس فعل کی دلیل لاؤ تو کہتے ہیں کہ صاحب! فلاں شاہ صاحب کرتے تھے اللہ و رسول، صحابہ و تابعین کے متعلق تو وہ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے نہ خود اس کو

کیا بلکہ امور محدثات سے شدید اجتناب و احتراز کا حکم دیا ہے اس لئے حوالہ دینے کے لئے شاہ صاحب زندہ باد۔

افسوس! اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلہ میں شاہ صاحب کی تقلید ہو رہی ہے، میرے حضرت شیخ المشائخ محمد احمد ولی کامل، عارف باللہ پرتاپ گدھی فرماتے ہیں اور خوب ہی فرمایا:

غیر کے فعل کو تو حجت بنانا کیوں ہے کے سامنے کیا چیز ہیں کشف و الہام

غوث و ابدال و قطب امام و اوتاد بلاشبہ یہ سب ہیں محمد کے غلام

ایک طرف فخر رسل ایک طرف ان کا غلام بولست تو ہی بتاؤے کس کا سنے گا تو پیام

لہذا صریح مخالفت اللہ اور رس کے رسول ﷺ کی ہو رہی ہے اور نام شاہ صاحب

کا ہو رہا ہے اور ان کا پیام سنا جا رہا ہے اور خدا اور رسول ﷺ کے پیام کو نکھر ایا جا رہا ہے

اللهم اهدنا صراط المستقیم و ثبتنا علیہ الی یوم الدین۔

(۱۰) اس کی وجہ سے نماز جیسے اہم الفرائض میں خلل پڑتا ہے مگر اس کی کوئی

پرواہ نہیں کی جاتی ہے، ان مذکورہ مفسد و قبائح کے علاوہ خود سہ کار دو عالم فخر موجودات

ﷺ کے متعلق جو خیالات و عقائد رکھے جاتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلے۔

(۱) آپ ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں یہ عقیدہ ایک بہت بڑی

گستاخی، جرم عظیم، ضلالت کبیرہ، شرک و بدعت ہے جو لوگ اس کے قائل ہیں معتقد

ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جمعرات و جمعہ نصف شعبان، عید و بقر عید، محرم میں ارواح

مومنین دنیا میں آتی ہیں اس لئے افضل الرسل علیہ السلام کی روح مقدس کا محفل میلاد

میں حاضر و ناظر ہونا بدرجہ اتم ثابت ہے۔

تو سمجھنا چاہئے کہ اشاعرہ، ماترید یہ احناف کے مطابق عقائد کا اثبات دلائل

قطعہ سے ہوتا ہے یہاں پر خبر واحد صحیح بھی غیر کافی ہو جاتی ہے، موضوعات پر عمل حرام ہے اور ضعاف نیز طبقہ غیر معتبرہ کی روایات مثبت عمل نہیں، چنانچہ یہ روایات اسی درجہ کی ہیں ان میں کوئی صحیح و معتبر روایت نہیں ہے لہذا یہ محض اتباع شیطان ہے، فوت شدہ افراد کی روحوں کا دنیا میں آنا جانا کسی دلیل قطعی و صحیح روایت سے ثابت نہیں لہذا یہ خیال و عقیدہ بالکل بے اصل ہے بلکہ خدا و رسول پر افتراء ہے بزرگان امت پر ایک زبردست بہتان ہے، اگر رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لے جایا کریں تو پھر درود و سلام پہنچانے والے فرشتوں کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی بلکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو ہی اپنا صلوة و سلام سننے کی دعوت زحمت فی زعمہم دیدی ہے اور پھر بلا کر تعظیم بھی نہیں کرتے بلکہ گستاخی کرتے ہیں اور خود وہاں جانے کی توفیق نہیں ہوتی۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں سیاحین فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں اس کام کے لئے کہ جو میری امت میں مجھ پر سلام و صلوة پڑھے وہ پہنچائیں، و عنہ ای عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال ان لله ملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام ذوا النسانی (مشکوٰۃ شریف ص ۸۶ ج ۱)۔ اور فرمایا جو روضہ اقدس پر حاضر ہو کر پڑھتا ہے وہ میں خود سنتا ہوں اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتے ہیں، یعنی ہر وقت ذات باری تعالیٰ میں غایت استغراق اور اعلیٰ درجہ کا مشاہدہ و اشتغال کا رہتا ہے کہ جس کی وجہ سے عالم سے ذہول ہو جاتا ہے اس میں ایک گونہ تخفیف ہو جاتی ہے اور میں اس کے سلام کو سن کر جواب دیتا ہوں رد اللہ علیٰ روحی کا یہی مطلب ہے حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یسلم علی الارض اللہ علیٰ روحی حتی یرد علیہ السلام ذوا ابودانود والیہمی

فی الدعوات الکبیر / مشکوٰۃ شریف / ص ۸۶ / ج ۱ / وفی شرحہ التعلیق الصبیح / ص ۴۰۴ / ج ۱ / لیس المراد بعود الروح عودها بعد المفارقة عن البدن وانما المراد انه ﷺ فی البرزخ مشغول فی ملکوت مستغرق فی مشاہدۃ رب العزت کما کان فی الدنیا فی حالة الوحی وفی احوال الآخرۃ فعبر عن افاقته من تلك المشاہدۃ ومن هذا لاستغراق برد الروح واللہ اعلم نقلًا عن الطیبی واللمعات۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے من صلی عند قبری سمعته ومن صلی غائباً ابلغته رواہ البیہقی فی شعب الایمان حافظ عسقلانی اور دیگر محدثین نے اس کی تصحیح فرمائی ہے جس کا مطلب یہ نکلا کہ جو لوگ قبر اقدس کے پاس آکر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اس کو خود سرکارِ دو عالم فرماتے ہیں کہ میں سن لیتا ہوں اور جو دور داز سے ارسال کرتا ہے تو وہ میرے پاس بذریعہ ملائکہ پہنچا دیا جاتا ہے، یعنی مجھے کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں، جو لوگ ایسی بات کہتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ ان احادیث کے صریح خلاف ہیں یا نہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب اور شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اہل کتب نے تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ﷺ اپنی قبروں میں جو بقیعہائے نور و درمچھائے جنت ہیں زندہ ہیں ان کو وہاں قبر اور عالم برزخ سے کہیں دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاتا لانی معراج النبی ﷺ، وہ بھی فقط ایک بار کا قصہ تھا نہ کہ بار بار کا اور میلاد والوں نے تو ہر دفعہ کا قصہ گھڑ لیا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے الانبیاء احياء فی قبورهم اور نیز اس پر جمہور علماء کا اتفاق بھی ہے کہ آپ کہیں قبر سے باہر تشریف نہیں لیجاتے جملہ ہدایا و تحائف و صلوة و سلام کے وہیں خدمت اقدس میں پیش کئے جاتے ہیں، آپ کا خود باہر تشریف لیجانا یہ آپ کی عظمت شان، فحامت مرتبہ کے خلاف بھی ہے، الغرض اس تشریف آوری کے عقیدے سے حیاۃ الانبیاء فی قبورهم کے عقیدہ کا بھی انکار لازم آتا ہے فقہکر (الجزیہ لابل السنۃ ص ۲۲۳) اس کے بعد ان کے بعض بدعتی فضلاء نے یہ بھی اضافہ اور ترمیم و تنسیخ کی کہ حضور اقدس ﷺ تو عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہیں بنفس نفیس اول سے آخر تک مجلس میں موجود رہتے ہیں خود درود و سلام و ندائی سنتے ہیں تو پھر تشریف آوری کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

ہاں قیام کی وجہ یہ ہے کہ اذکار و ولادت کے سننے سے جو ولادت کی صورت ذہن میں جم جاتی ہے یعنی عالم خیال میں گویا حضور یطین مادر سے عالم شہود میں تشریف لارہے ہیں اس صورت ذہنیہ خیالیہ کے لئے قیام کرتے ہیں اور اسی کو سلام، اور یہ قیام و سلام صورت ذہنیہ خیالیہ کے لئے مستحب ہیں فرض نہیں ہیں (الجزیہ لابل السنۃ نظرًا از برائین قاطعہ)۔

الغرض یہ دونوں ہی خیالات بالکل بے اصل ہیں حضرت علامہ حلوی وغیرہ نے تصریح فرمادی ہذا القیام بدعتہ لا اصل لها اور مشاہیر علماء ہندوستان حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، حضرت مولانا کرامت اللہ جونپوری، مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہم سب اس کی ممانعت کے قائل ہیں، اس کے بعد اس عقیدہ کے

شُرک و کفر ہونے کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے!۔

(۱) قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ اپنے فتاویٰ تحفۃ القضاة میں فرماتے ہیں
و یقومون عند ذکر مولودہ ﷺ و یزعمون ان روحہ ﷺ یجی
و حاضر و فزعہم باطل بل هذا الاعتقاد شرک (الجزء الاصل النہم ص ۲۳۳)۔

(۲) حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاذ خواجہ بختیار کاکی
اوشیؒ تو صحیح میں فرماتے ہیں منہم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء
باعتقاد ان ارواحہم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج
و ذلك شرک قبیح و جہل صریح نیز فتاویٰ بزازیہ میں ہے قال علماءنا
من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم بکفر۔

یعنی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور لوگوں کی
پکار سنتے ہیں اور ان کی ضرورت پوری کرتے ہیں ایسا سمجھنا اور اعتقاد رکھنا بدترین
شُرک اور بڑی زبردست جہالت کی بات ہے۔

اور حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”علم
غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا لوازم الوہیت است ایں ہر دو صفت خاصہ ذات
پاک او تعالیٰ است و بیچ مخلوق را حاصل نیست“ یعنی علم غیب جاننا اور ہر کسی کی فریاد سننا
تو اللہ پاک کی صفات ہیں ایسی صفات مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں ہیں۔

احسن الفتاویٰ میں ہے ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان
النبی ﷺ یعلم الغیب لمعادضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی
السموات والارض الغیب الا اللہ یعنی ایسا شخص کافر ہے جو رسول اللہ ﷺ کو عالم

الغیب جانے یا سمجھے اور یہ صریح آیت قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کے بالکل خلاف ہے، آیت میں فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں غیب صرف اللہ ہی جانتے ہیں، جملہ صحابہ کرام اور تابعین، محدثین، نقباء، مشائخ، ائمہ اربعہ وغیرہ میں سے کوئی ایک بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا بلکہ امام اعظم نے فقہ میں فرمایا کہ علم غیب خاصہ الہی ہے۔

اسی سے فقہ میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ اگر کسی نے نکاح کے وقت کہا کہ میرے گواہ خدا اور رسول ہیں تو یہ شخص کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کو عالم الغیب سمجھا، پھر ایک وقت بہت سی جگہوں پر یہ خرافاتی مجلس منعقد ہوئی سب جگہ بیک وقت حاضر و ناظر ہونا یہ سب خدائے پاک عزاسمہ کی قدرت میں ہے کوئی انسان حتیٰ کہ فرشتے بھی اس پر قادر نہیں ہیں لہذا یہ کھلا شرک ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، بھلا آپ کی تعظیم شرکیہ امور میں کیسے ممکن ہے؟ ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء ایسے شخص کے لئے کھلا جہنم ہے، اللہ اور اس کا پیارا رسول ﷺ ان تمام چیزوں سے بہت بلند ہیں۔

دراصل یہ وہ اعتقاد ہے جو سراسر دیگر قوموں سے لیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے بزرگوں کے متعلق ایسے اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ہر حال اپنے یوم ولادت کی تقریب میں حاضر و ناظر ہوتے ہیں، یہ لوگ ان سے بھی آگے بڑھ گئے اور رسول مقدر جنہوں نے ساری زندگی ایسی چیزوں کی تردید اور اللہ کے احکامات پر گزاری ان کے خلاف یہ ایک محرمانہ عمل ہے، فی الحقیقت یہی وہ نقطہ ہے جس پر مسئلہ قیام فی المیلاد کی بنیادیں قائم ہیں، بس یہیں سے یہ اختلاف سمجھنا آسان ہو گیا کہ اختلاف کیوں ہے ان کے نزدیک جب یہ عقیدہ قرار پایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں تو قیام کرنا چاہیے

اور جمہور علماء کے نزدیک یہ بات ہی بجائے خود بے اصل و بے بنیاد ہے، لہذا اصل اور اس پر تعمیر شدہ کھوکھلا محل ہی گر گیا، اور اگر غور و توجہ سے کام لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس میں ان لوگوں نے دو جگہ بڑی زبردست غلطی کی ہے۔

(۱) یہ اعتقاد قائم کیا جو صریح کفر و شرک ہے اور رسول اللہ ﷺ قداہ ابی وامی کی شان اقدس میں ایک عظیم گستاخی و توہین ہے اور خدا تعالیٰ کی توہین کا ہونا تو بالکل ظاہر و واضح ہے جس کی تفصیل گند چکی ہے، اور دوسری غلطی قیام کرنا ہے چونکہ تعظیم رسول اللہ ﷺ قیام میں منحصر نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرات صحابہ کرام قیام نہ کرنے کی وجہ سے کیا شمار ہوں گے اس کا ایک مسلمان تصور و تلفظ بھی نہیں کر سکتا، مگر یہ قرآن و سنت پر روافض کی طرح ایمان ہی نہ رکھتا ہو جس سے آپ نے منع فرمایا تھا وہی بعد الحیاۃ الظاہریۃ سامنے آ گیا، بتائیے آپ پر کیا گذرے گی؟

سوال، زید دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجلس مولود میں تشریف لائے ہیں اور آپ نے اس کی اجازت دی ہے اور آپ کے زمانہ میں یہ مجلس ہوئی اور حضرت ﷺ نے دودھ اور چھوہارے پر قاتح اپنے فرزند ابہ انیم کی دی، اور عمر کہتا ہے کہ یہ بات محض جھوٹ ہے کسی کتاب حدیث اور فقہ معتبر سے ثابت نہیں اللہ کی رحمت جموںوں پر، اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو میں اپنے کہنے اور اعتقاد سے توبہ کروں گا، اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ اگر یہ بات ثابت نہیں ہوئی تو میں اپنے عقیدہ اور قول سے توبہ کروں گا، اس واسطے علماء دین سے سوال ہے کہ جو کچھ حق ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کتب معتبرہ سے اس کا جواب لکھیں۔

جواب: زید جھوٹا ہے اور یہ بات کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھی زید کو چاہئے کہ اپنی بات سے توبہ کرے اور اگر کسی بے دین سے ایسی بات سنی ہو تو اس کی صحبت میں نہ بیٹھے اور دوسری بات جو زید نے کہا وہ بھی جھوٹ ہے، اور آنحضرت ﷺ پر افتراء ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے بے دین کو سمجھادیں اگر پھر بھی توبہ نہ کرے تو اس کی ملاقات سے پرہیز کریں اور کسی کاہلی اعتبار کتاب سے یہ ثابت نہیں اور عمر دونوں مسئلوں میں سچا ہے اور اس کی بات ٹھیک ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

(۱۱) قیام بھی انہیں مفاسد و قبائح میلاد میں شامل ہیں جن کا اوپر سے بیان چلا آ رہا ہے یہ قولاً عملاً تقریباً کسی طرح ثابت نہیں ہے، محدث، بدعت، نو ایجاد و من گھڑت ایک چیز ہے، اگر بالفرض و الحال کچھ ثابت بھی ہو جائے تو واجب یا سنت یا مستحب تو کسی طرح بھی نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ واجب وہ عمل ہے جو کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالة سے یا ظنی الثبوت قطعی الدلالة سے ثابت ہو اور یہاں قیام فی المیلاد کے باب میں کوئی نص سنداً قوی و ضعیف موجود نہیں ہے اور نہ سنت سے ہو سکتا ہے، کیونکہ مواظبت نبی کریم ﷺ کی یا خلفاء راشدین کی جس پر ثابت ہو وہ سنت ہوتا ہے

(بقیہ) اس پر ان علماء کے دستخط ہیں مولانا سید تیز حسین صاحب، جناب مولانا منصور علی صاحب، جناب مولانا محمد حسن صاحب، مولانا سید امیر حسن صاحب، مولانا شاہ محمد اکمل، مولانا مسعود احمد صاحب، مولانا رشید احمد صاحب گنگوئی، از فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۹ سراج اعلامہ محمد بن علی دمشقی سیرت و شام میں فرماتے ہیں جسرت عادیۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وصفہ ﷺ ان یقوموا تعظیماً هذا لقیام بدعة لا اصل له نیز یہ عقیدہ عقلی لحاظ سے بھی فاسد ہے اس واسطے کہ اگر ایک جگہ محفل منعقد ہو تو آپ سب جگہ تشریف لیجائیں گے یا کہیں ایک جگہ تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جائیں اور کہیں نہ جائیں اور اگر سب جگہ جائیں گے تو آپ ایک وجود سے ایک ہزار جگہ کس طرح جاسکتے ہیں یہ تو خدا کی ہی شان ہے کہ ایک وجود سے سب جگہ حاضر و ناظر ہے اور جو اس کے خلاف کہے وہ جھوٹا ہے ہانسوا ابوہانکم ان کنتم صادقین۔ دوسرے یہ کہ آیا ایسی ہی محفل آراستہ و پیراستہ میں تشریف لاتے ہیں یا اگر کوئی ویسے بھی ذکر کرے تو تب بھی آپ تشریف لے آویں گے، مثلاً درس حدیث یا کسی بھی ماہ میں کہیں بھی مجلس سیرت ہو یا انفرادی طور پر کوئی مطاہد وغیرہ کر رہا ہو اگر زیب و زینت کی جگہ ہی تشریف لاتے ہیں تو آراستگی آپ کی تشریف آوری کا باعث ہوئی تو ذکر و ولادت میں کوئی فضیلت نہیں رہ جائے گی اور اگر خالی ذکر و ولادت کے وقت آتے ہیں تو اس وقت تعظیم میں کیوں نہیں اٹھتے کیا تعظیم نبوی اسی محفل کے ساتھ مخصوص و مقید ہے۔

تیسرے یہ کہ اس پر غور کی جائے کہ حالت وفات کی بہ نسبت حالت حیات میں تصرفات زائد ہوا کرتے ہیں پھر زندگی بھر آپ ﷺ کا حال دیکھئے خبروں کے لئے چاہا قاصد و مخطوط روانہ کئے اگر تشریف آوری کا دعویٰ صحیح ہے تو قاصدوں کو بھیجے کی کیا ضرورت تھی آپ خود ہر جگہ تشریف لیجایا کرتے اور سب کا حال معلوم کر لیا کرتے، جبکہ زندگی میں آپ سے یہ صادر نہ ہو سکا تو بعد وفات تشریف لیجانا یہ کیسے ممکن ہے! الغرض یہ دعویٰ نہایت بدترین عقائد کا مجموعہ ہے اور پہلے اس کے شرک ہونے کی تصریحات گزر چکی ہیں۔

اور یہاں ایک مرتبہ بھی پوری حیات طیبہ میں نبی کریم ﷺ و خلفاء راشدین سے منقول نہیں ہے کم از کم بیان جواز و اباحت کے لئے ہی فرماتے، اس سے بڑھ کر دلیل سمجھنے والے کے لئے اور کیا چاہیے مستحب و مندوب بھی نہیں ہو سکتا، نہایت الامر و غایت الباب اگر کوئی عرق ریزی کرے تو جواز یا اباحت تک نوبت آئے گی لیکن یہ بھی نہیں، مگر مباح کو سنت و واجب جاننے سے پھر وہ بدعت و منکر ہو جائے گا جیسا کہ فقہ الامت عبد اللہ بن مسعود کا قول گرامی حضرت ماعلیٰ قاری نے نقل فرمایا ہے عن عبد اللہ بن مسعود ^{رضی} قال لا يجعل احدكم للشيطان حظاً من الصلوة یری ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد زایت رسول اللہ ^{صلی} کثیراً ینصرف عن یسارہ متفق علیہ قال العلی القاری فی شرح هذا الحدیث من اصر علی امر مندوب وجعله عرفاً لم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكیف من اصر علی بدعة و منكر انتہی، اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے وما یفعل عقب الصلوة مکروہ لان الجهال یعتقدونها سنة واجبة و کل مباح یدری الیہ فمکروہ انتہی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے کہ وہ نماز کے بعد اپنے اوپر صرف دائیں طرف منہ کرنا ضروری سمجھے خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اکثر و بیشتر بائیں جانب منہ کرتے دیکھا یعنی جن نمازوں میں انصراف ہوتا ہے ان میں رسول اللہ ﷺ دائیں

اور بائیں سب طرف رخ فرمایا کرتے تھے صرف ایک ہی جانب نہیں۔

اس حدیث سے یہ چیز صاف معلوم ہوئی کہ اگر کسی مباح و جائز چیز پر التزام ہوگا تو وہ بھی بدعت بن جائے گی، پھر غور فرمائیے کہ کسی منکر شرعی اور بدعت پر اصرار سے کہاں تک پہنچادے گا، بہر حال اس قیام کو واجب و فرض کہنا جیسا کہ بعض بریلوی فاضلوں نے کہا ہے حتیٰ کہ انہوں نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ قیام نہ کرنیوالے کافر ہیں اس کے لئے دیکھو ان کا مشہور اور بہت مستند مجموعہ فتاویٰ غایۃ المرام (صفحہ ۵۵) ۱۷۶۷/۵۶ وغیرہ بالکل غلط ہے بلکہ ایسا کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ گناہ کا ہے، کیونکہ جس فعل کو شارع علیہ السلام نے ناگوار اور بدعت ہونے کی وجہ سے ممنوع فرمایا اور اس کو واجب سمجھتا اور کہتا ہے جو شریعتِ غزّٰی اور شارعِ علیہ السلام کی صاف صریح مخالفت ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جہنم وسأت مصیراً کما قال بعض المحققین، اتنے مفاسد و قباہت، بدعات و خرافات، عملی و اعتقادی ضلالت کے بعد کون محقق عالم خدا سے خشیت رکھنے والا اس کو جائز کہہ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن الحاج جو بڑے اکابر و مستندین میں داخل ہیں مدخل میں فرماتے ہیں:

ومن جملة ما حد ثوا من البدع من اعتقاد ہر ان ذلك من اکبر العبادات وانہا من الشعائر ما یفعلونہ اور ان بدعات میں سے جو انہوں نے ایجاد کر لی ہیں ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ سب سے بڑی عبادت و شعائر کا اظہار یہ ہے جو وہ کرتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول میں

فی شہر ربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلك علی بدع ومحرمات الی ان قال وهذا المفسد مترتبه علی فعل المولد اذا عمل بالسماع فلان خلا وعمل طعام فقط ولوی بہ المولد منہ ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فهو بدعة بنفس نية فقط لان ذلك زیادة فی الدین ولس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولیٰ ولم ینقل من احد منہم ان نوى المولد ونحن تتبع السلف فیسعدنا ما وسعہم انتہی

میلا د کرتے ہیں جن میں بدعتیں اور حرام باتیں ہوتی ہیں یہاں تک کہ کہا اور یہ تمام مفسد مرتب ہیں میلا د کرنے پر اگر اس میں سماع بھی ہو، اور اگر سماع نہ ہو اور صرف کھانا پکایا جائے اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا جائے اور جو باتیں اوپر لکھی گئی ان سے سلامت رہے تو بھی فقط نفس نیت کی وجہ سے بدعت ہے اس لئے کہ یہ دین میں زیادتی ہے اور گزرے ہوئے سلف صالحین کا یہ عمل نہیں ہے اور آپ کی پیروی بہتر ہے، اور سلف میں یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے میلا د کی نیت کی ہو اور ہم سلف کا اتباع کرتے ہیں تو ہمارے لئے بھی اتنی وسعت ہو سکتی ہے جو ان کے لئے ہو سکتی تھی۔

علامہ عبدالرحمن کا قول: نیز علامۃ الشیخ عبدالرحمن المغربی لکھی نے اپنے

فتاویٰ میں فرمایا ان عمل مولد بدعة لم یقل بہ احوالہ یفعلہ رسول اللہ ﷺ والخلفاء والائمة انتہی وکذا فی الشرعة الالہیہ کہ میلا د کرنا بدعت ہے جس کا کوئی معتبر عالم قائل نہیں ہے، نہ رسول اللہ ﷺ خلفاء و صحابہ ان کے بعد ائمہ نے کیا ہے، علامہ نصیر الدین الشافعی کا قول: نیز علامہ مولانا الشیخ الفقیہ نصیر الدین الاودی الشافعی فرماتے ہیں:

لا یفعل لانه لم ینقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلثة فی الزمان الطالح ونحن لا تتبع الخلف فی ما اھمل السلف لانه ینکفی بہم الاتباع فای حاجة الی الابتداع انتہی

نہ کرے اس لئے کہ یہ سلف صالحین سے منقول نہیں ہے بلکہ قرونِ ثلاثہ کے بعد بد بخت زمانہ میں لوگوں نے اس کی ایجاد کی ہے اور سلف نے جسکو ترک کر دیا اس میں ہم خلف کی پیروی نہیں کر سکتے اس لئے کہ ان کی پیروی ہی کافی ہے تو نئی چیز نکالنے کی ضرورت کیا ہے؟۔

علامہ شرف الدین کا فرمان: نیز شیخ الحنابلہ علامہ وقت شرف الدین فرماتے ہیں:

انما یعمل بعض الامراء فی کل سنة احتفالا لمولده ﷺ فمع اشتعالہ علی التکلفات الشنیعة بنفسہ بدعة احدثہ من یتبع ہواہ ولا یعلم ما امرہ ﷺ صاحب الشریعة ونہاہ انتہی کذا فی القول المعتمد

جو بعض امراء ہر سال نبی کریم ﷺ کا میلاد جشن مناتے ہیں تو اس میں علاوہ اس کے کہ تکلفاتِ شنیعہ میں ہنر بدعت ہے جس کو اس نے ایجاد کیا ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے کیا حکم دیا اس کو نہیں جانتا جو صاحبِ شریعت ہیں اور اپنے اس چیز سے منع فرمایا ہے۔

علامہ شہاب الدین کا فرمان: نیز شیخ وقت قاضی شہاب الدین دولت

آبادی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے (سئل القاضی عن مجلس المولد الشریف)۔

قاضی صاحب سے مجلس میلاد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کیا نہ جائے اس لئے کہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لیجانے	قال لا ینعقد لانه محدث وکل محدث ضلالة وکل ضلالة فی النار وما یفعلون من الجہال علی رأس کل حول
--	--

فی کل شہر ربیع الاول لیس والی ہے اور جو لوگ ربیع الاول کے ماہ
بشٹی وی قومون عند میں ہر سال کی ابتداء پر کرتے ہیں یہ کوئی
ذکر النبی ﷺ الخ چیز نہیں ہے اور وہ ذکر ولادت کے وقت

کھڑے ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ آپ کی روح تشریف لاتی ہے اور حاضر
ہوتی ہے تو یہ ان کا خیال بلکہ یہ اعتقاد شرک ہے اور ائمہ نے اس کو مثل اور باتوں
کے بھی منع فرمایا ہے۔

مولانا فضل اللہ جو نیوری کا بیان: نیز مولانا موصوف شیخ فضل اللہ جو نیوری

بہیہ المشاق میں فرماتے ہیں:

ما یفعل العوام فی القیام عند کہ عوام جو ذکر ولادت خیر الانام ﷺ
ذکر وضع خیر الانام علیہ کے وقت قیام وغیرہ کرتے ہیں یہ کوئی
التحیۃ والسلام لیس بشی بل مکروہ۔ چیز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔

قاضی نصیر الدین گجراتی کا کلام: نیز قاضی نصیر الدین نے طریقہ السلف میں فرمایا:

وقد احدث بعض الجہال اقوالاً اور جو بعض جاہل لوگوں نے بہت سی باتوں
کثیرۃ لانجد لا اثر ولا اسماً کو ایجاد کر دیا ہے جس کا کوئی اثر یا اسم، ذکر،
فی کتاب ولا سنۃ منها القیام نہ ہم کتاب میں پاتے ہیں اور نہ سنت میں
عند ذکر ولادۃ النبی سید انہی میں سے ایک ولادت سید الانام
الانام علیہ التحیۃ والسلام۔ ﷺ کے وقت قیام کرنا بھی ہے۔

مجدد سرہندی کا ارشاد پاک: نیز عالم ہٹانی، امام ربانی، محبوب سبحانی حضرت

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی مکتوبات میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

بنظر انصاف دیکھو اگر بالفرض حضور ﷺ اس زمانہ میں موجود ہوتے اور دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجالس واجتماع منعقد ہوتے تو کیا اس سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ، فقیر کا یقین یہ ہے کہ آپ ہرگز اس بات کو منظور نہ فرماتے بلکہ انکار ہی فرماتے، فقیر کا مقصد تو صرف اطلاع دینی ہے قبول کریں یا نہ کریں کوئی حرج نہیں اور جنگ کرنے کی ضرورت نہیں اگر وہاں کے مخدوم زادے اور احباب اسی وضع پر ثابت رہنا چاہیں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے بجز محرومی کے کوئی چارہ نہیں فقط زیادہ کی کیا تکلیف دی جائے (از فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۳ ج ۱)۔

ان اکابر و اسلاف فضلاء و اعلام کے فتاویٰ کے بعد سمجھ دار کے لئے اور کیا چیز ہوگی جس سے وہ ہدایت حاصل کرے گا قبائلی حدیث بعد از یومنون۔
دلائل قائلین بالقیام فی المیلاد:

اس کے بعد قیام فی المیلاد کے قائلین کے دلائل سنئے!

(۱) ذکر اللہ اور ذکر رسول ﷺ کو بحالت قعود و قیام ولیٹ کر کر لینا جائز و مندوب ہے لقولہ تعالیٰ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم الا یہ اس میں اللہ کو یاد کرنے والے حضرات کی تعریف کی گئی ہے جو کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور ذکر رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی ہے۔

(۲) محفل میلاد میں بکثرت اور بار بار حضور ﷺ کا اسم گرامی لیا جاتا ہے اس لئے تعظیم نام کی وجہ سے قیام فی المیلاد واجب ہو۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی ہر سال محفل میلاد میں ولادت شریف ہوتی ہے لہذا قیام

واجب ہوا، جیسا کہ ان کی کتاب انوار ساطعہ میں ص ۲۶۶ پر تصریح ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ بذاتِ خود تشریف لاتے ہیں اس وجہ سے قیام واجب ہے۔

(۵) ذکر ولادت شریفہ کرتے وقت یہ خیال چسپاں ہو جاتا ہے کہ حضور علیہ

السلام بطن مادری سے برآمد ہو رہے ہیں اس لئے اس تصور ہیئت اور صورت خیالیہ کی تعظیم کے واسطے قیام ضروری ہے اور ترک موجب کفر ہے۔

(۶) حضرت فاطمہؑ کے لئے حضور اقدس ﷺ کا قیام فرمانا جیسا کہ جزو

اول کی ابحاث میں گذر چکا ہے۔

(۷) حضور ﷺ کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے کھڑا ہونا ترمذی نے روایت کیا

ہے کہ جب حضرت علیؑ وضو کر چکے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور کہا مجھ کو پسند آیا کہ دکھاؤں تم کو کس طرح وضو کرتے تھے رسول مقبول ﷺ اتھی، اس سے معلوم ہوا کہ آپ بھی کھڑے ہو کر پیتے ہونگے۔

(۸) زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا بخاری و مسلم میں مروی ہے ابن عباسؓ

فرماتے ہیں کہ پلایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو پانی زمزم کا پس پیا آپ نے کھڑے ہو کر، الحاصل فقہاء کرام نے ان دونوں پانیوں کو قبلہ رو کھڑے ہو کر پینا مستحب اور مندوب لکھا ہے اس سے صاف تعظیم معلوم ہوئی، یہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تعظیم کے سبب قیام کی کراہت جاتی رہی، پس بفرض محال اگر قیام تعظیسی مکروہ بھی ہوتا تب بھی جو لوگ بارادہ تعظیم شانِ مصطفیٰ ﷺ کھڑے ہوتے ہیں ان کے لئے درست ہے مکروہ یا شرک یا حرام ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

(۹) امامہ باندھتے وقت کھڑا ہونا بعض فقہاء نے اس کو مستحسن لکھا ہے۔

(۱۰) درمختار میں ہے ویندب القیام عند سماع الاذان۔

(۱۱) مطلق ذکر کی تعظیم میں قیام کرنا تفسیر کشاف میں ابن عمر اور عمرو بن الزبیر

اور ایک جماعت سے مروی ہے کہ سب عید گاہ نکل گئے اور وہاں ذکر اللہ کرنے لگے ان میں سے بعضوں نے کہا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یذکرہ اللہ قیاماً و قعوداً تب وہ سب کھڑے ہو گئے۔

(۱۲) کھڑے ہو کر مدح و مفاخر رسول ﷺ کا پڑھنا صحیح بخاری میں مروی ہے کہ

حضرت حسان بن مہاجر کھڑے ہو کر اشعار فخریہ رسول اللہ ﷺ کے پڑھتے تھے۔

(۱۳) روضہ اقدس ﷺ کی زیارت کرتے ہوئے اس کے سامنے دست بستہ قیام کرنا۔

(۱۴) ازاں جملہ دلائل کے امام عالی مقام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی کا

جلسہ حدیث میں تعظیماً کھڑا ہونا (براہین قاطعہ علی رد انوار ساطعہ ص ۳۱۵)۔

(۱۵) جس وقت کسی صاحب معرفت کو عشق الہی میں وجد صادق ظاہر ہو تو جمیع

حاضرین کو کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ امور تعظیسی کے لئے قیام کرنا ومن یعظم

شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب میں داخل ہے اور نبی کریم ﷺ کا ذکر بھی

امور معظمہ میں سے ہے لہذا اس کی خاطر قیام ہی کیوں ممنوع ہوگا؟۔

(۱۶) شیخ الطریقت امام الشریعت خواجہ خواجگان حضرت شیخ معین الدین چشتی

اجمیری کا قیام کرنا، چنانچہ حضرت خواجہ نے فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ:

ایک بار خواجہ معین الدین چشتی سلوک و تصوف کا وعظ فرما رہے تھے جب داہنی طرف نظر

پڑتی تھی کھڑے ہو جاتے تھے ایک سو بار کھڑے ہوئے، لوگ حیرت میں تھے بعد اختتام جلسہ ایک بے تکلف آدمی نے عرض کیا کہ آپ کیوں بار بار کھڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا جب میری نظر میرے مرشد خواجہ عثمان ہاروئی کے روضہ پر پڑتی ہے میں کھڑا ہو جاتا ہوں اس لئے کہ پیر کی تعظیم حالت حیات و ممات میں برابر ہے بلکہ بعد موت کے زیادہ ہے (براہین قاطعہ علی رد انوار ساطعہ ص ۲۱۵)۔

(۱۷) وہ روایات جن میں آئیو لے کی خاطر قیام کا حکم ہے جیسا کہ سعد بن معاذ والی حدیث اور حدیث کعب بن مالک حضرت فاطمہؓ وغیرہم کی احادیث بھی ان کا مستدل ہیں، مگر ان کے دوسرے فاضلوں نے قیام کو واجب فرض حتیٰ کہ تارک قیام کو کافر قرار دیا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے بحوالہ غایۃ المرام، اس میں صاف لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نہ کرنے والا کافر ہے (کذافی اجنۃ لائل النبی ص ۱۹۵)۔

(۱۸) منجملہ ان دلائل کے وہ دو اصلیں ہیں جو علامہ سیوطیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتب میں ذکر کی ہیں (۱) شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھا ہے۔

عندی ان اصل المولد الذی ہو
اجتماع الناس وقرآۃ ماتیسر من
القرآن وروایۃ الاخبار الواددۃ فی
مبدأ امر النبی علیہ السلام وما
وقع فی مولدہ من الآیات ثم
یمد لہر سماطاً یا کلونہ
وینصرفون من غیر زیلۃ علی
ذلک من البدع الحسنۃ۔

میرے نزدیک اصل جو مولود بدعت حسنہ
ہے وہ یہ ہے کہ لوگ جمع ہوں اور جس قدر
ہو سکے قرآن شریف پڑھیں اور ولادت
شریفہ کے متعلق صحیح صحیح روایات بیان کی
جائیں پھر کھانا کھلایا جائے اس سے زیادہ
اور کچھ نہ ہو۔

پھر لکھتے ہیں لیس فیہ نص ویكون فیہ قیاس علی الاصلین۔

اصل اول: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: حدیث عقیقہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا عقیقہ نبوت کے بعد کیا اس میں علامہ نے فرمایا کہ آپ کا عقیقہ تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے کیا تھا اور عقیقہ مکرر نہیں ہوا کرتا تو یہ اپنے وجود کے شکر یہ کے واسطے تھا اس پر قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے وجود کے شکر یہ میں آپ کی امت باجماع و اطعام طعام کر لے تو یہ مستحب ہوگا انتہی (مخلصا از الجیز ص ۱۹)۔

اصل دوم: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی بیان فرمودہ ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ (دسویں محرم) کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا حضور ﷺ نے ان سے معلوم کیا کہ اس دن روزہ رکھنے کا سبب کیا ہے؟ تو اس پر انہوں نے کہا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام کو اور قوم موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون غرق ہوا ہے، پس موسیٰ علیہ السلام نے اس دن بطور شکر یہ روزہ رکھا ہے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم زیادہ مستحق ہیں کہ حضرت موسیٰ کے شکر یہ کیلئے روز رکھا کریں، چنانچہ آپ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، پس اس سے معلوم ہوا کہ جس دن کوئی چیز وارد ہوئی ہو ہر سال اس دن بالتخصیص اظہار شکر و اظہار سرور کا اعادہ جائز ہے، ان دلائل مذکورہ کے علاوہ اور بھی دلائل ہو سکتے ہیں، مگر اصل الاصول اور بنیادی چیزیں تقریباً سب ہی آگئی ہیں جن کی روشنی میں بدعتی علماء نے قیام کو ثابت کیا ہے، پھر اس کی حیثیت کیا ہے اس میں خود ان کے کئی قول بن گئے بعض نے تو مستحب و مستحسن قرار دیا ہے جیسا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب ایک سوال کے

جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر قیام کو فرض یا واجب کہتے تو اعتراض پڑتا بلکہ جائز مستحب و مستحسن کہتے ہیں الخ۔

مگر ان کے بعض فاضلوں نے بہت ہی بہادری کا ثبوت دیا انہوں نے نہ صرف جائز، مباح، مستحب، مندوب، مستحسن بلکہ واجب و فرض اور آگے بڑھ کر اس کے تارک کو کافر قرار دیا ہے، اس کی صاف تصریح ان کے فتاویٰ غایۃ المرام میں ہے اس میں صاف مذکور ہے ہر محفل میلاد میں نبی کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں لہذا تعظیماً قیام فرض نہ کرنے والا کافر ہے (کذافی الجۃ لائل السنۃ ص ۱۹۵ رکارم)۔

اب ان کے جوابات بالتفصیل سنئے!

(۱) آیت کریمۃ الذین یذکرون اللہ قیاماً الخ سے استدلال کرنا قیام فی المیلاد پر اس وجہ سے باطل ہے کہ آیت کریمہ سے درحالت قیام ذکر کرنا قابل تعریف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ قعوداً اور علی جنوبہم ذکر اللہ کرنا شان اولیاء اللہ ہے کہ وہ اپنے تمام اوقات کو ذکر سے معمور و منور رکھتے ہیں، ذکر کرتے ہوئے قیام کرنا کچھ اور ہے اور بحالت قیام و قعود وغیرہ ذکر کرنا کچھ اور ہے۔

(۲) یہ بھی خیال فاسد ہے عقلی اعتبار سے اس لئے کہ تعظیم ذات کی اور ہے اور ذکر و اسم کی تعظیم اور ہے، تمام دنیا کا ماننا ہوا دستور العمل ہے کہ کسی محترم ذات کی تعظیم اور اس کا اکرام سلام و مصافحہ، معانقہ اور قیام سے احترام سے کیا جاتا ہے اور مذاکرہ کے وقت اس کے ذکر و اسم کی تعظیم صرف الفاظ تعظیسی سے کی جاتی ہے، اگر مذاکرہ کے

وقت اس کے ذکر یا اسم کو سلام و مصافحہ و معانقہ اور قیام کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ ہے کہ بے محل و بے جا ہوگا بلکہ اس فعل کو اس محترم کے حق میں مذاق اور استہزاء کرنے میں شمار کیا جائے گا، تجربہ کر کے دیکھ لیا جاوے اور فطری اعتبار سے اس لئے کہ یہ خیر القرون میں کہیں ثابت و منقول نہیں ہے۔

(۳) یہ گمان بھی بالکل باطل اور عقل و نقل کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ ماسبق

میں ہم اس عقیدہ کے سلسلہ میں اعلام امت کے فتاویٰ تحریر کر آئے ہیں کہ انہوں نے اس عقیدہ کو شرک و کفر قرار دیا ہے لہذا جب یہ عقیدہ ہی غلط و فاسد شرک و کفر ثابت ہو گیا تو اس پر جس کی بنیاد قائم کی جا رہی تھی وہ منہدم اور ساقط ہو گئی نیز اس عقیدہ میں ہنود وغیرہ کے ساتھ کامل مشابہت ہے کہ جس طرح وہ یوم ولادت (جنم دن) میں ان کے آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں اور مشہور حدیث میں ہے من تشبه بقوم فهو منهم الحدیث مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ ج ۲ نیز اس موقع پر تاویل بھی کام نہ آئے گی جو بعض بریلوی فضلاء نے کی ہے کہ قیام درحقیقت اس خیال کی وجہ سے ہے جو ولادت کے وقت چسپاں ہو جاتا ہے، کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب رحمت دو عالم ﷺ کے حالات مبارکہ اقوال وغیرہ بیان کیا کرتے تھے تو وہ محکم پاکستان کی نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا یا اور کوئی واقعہ ہوتا اور سکانسی انظر ادری (گویا کہ میں حضور پاک ﷺ کو دیکھ رہا ہوں) بول اٹھتے اور یہ احادیث میں بکثرت موجود ہے، مگر یہ تو دیکھو اس حکایت اور تصور ذہنی کے ساتھ کبھی کسی نے وہ معاملہ کیا ہو جو خود سرور عالم ﷺ کی ذات شریفہ کے لئے ہونا چاہئے! ہے کوئی جو نبی کریم

ﷺ اور حضرات صحابہ و تابعین ائمہ مجتہدین سے اس کو ثابت کرے کہ جو کسی نے اس تصور ذہنی کو سلام و مصافحہ کیا ہو، جس طرح مصافحہ و معانقہ ثابت نہیں قیام میں بھی ثابت نہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ نہ جانے کتنی مرتبہ پڑھایا سنا ہوگا، اور صحابہ نے تلاوت قرآن پاک کے دوران ان واقعات پر کبھی کسی نے قیام کیا ہرگز ہرگز روایات و تاریخ میں موجود نہیں، دراصل نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری بدعتی علماء نے بعض بزرگوں کے کشف و کرامات سے ثابت کی ہے، چنانچہ محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات کتاب الروایاء میں نقل کیا ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ایک مرتبہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ فرما رہے تھے ہزاروں لوگ اس میں موجود تھے شیخ علی کرسی کے پائے کے قریب تشریف فرما تھے تو شیخ علی کو خواب نظر آیا حضرت شیخ عبدالقادر نے لوگوں سے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ اور یہ فرما کر شیخ عبدالقادر باادب شیخ علی کے سامنے کھڑے ہو گئے، جب وہ اپنے خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت شیخ جیلانی نے فرمایا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی اسی وجہ سے میں سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہو گیا تھا حضور ﷺ نے آپ کو کسی چیز کی تاکید و وصیت کی ہے، اسی پر انہوں نے کہا کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ حاضری کی، شیخ علی کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا وہ شیخ جیلانی ہیں بیداری کے عالم میں دیکھ لیا اسی روز سات اولیاء کا انتقال ہوا اشعۃ اللمعات ص ۶۴ ج ۳ اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا کشف و مکاشفہ حجت و دلیل نہیں بن سکتا ہے اور یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ کبار علماء نے کہی ہے، چنانچہ حضرت شیخ المشائخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے

سامنے جب کوئی ان کے شیخ کا فعل پیش کرتا تو وہ فرماتے کہ فعل مشائخ حجت نباشد کہ مشائخین کا فعل حجت نہیں ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۱۷ ارج ۱)۔

علاوہ ازیں خواب کی بات ہے ایک بزرگ نے خواب میں زیارت کی دوسرے بزرگ کو ان کے خواب کا کشف ہو گیا ان پر کیفیت طاری ہو گئی اگر خواب میں کوئی شخص فرض نماز ادا کرنا دیکھے یا حج یا عمرہ وغیرہ کرنا دیکھے تو اس کے فریضے ساقط نہ ہوں گے بلکہ یہ چیز بس ایک بشارت ہوگی نہ اس پر احکام لاگو ہوں گے، خواب خواب ہی ہے اور حقیقت حقیقت ہی ہے۔

نیز حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا کہ مشاہدہ کے واسطے ارواح کا مشاہدہ کے گھر آنا ضروری نہیں بلکہ قلب منور بعید سے ہی دیکھتا ہے مثل قرب کے، اللہ تعالیٰ اس کے اندر ایسی طاقت پیدا فرمادیتے ہیں، علی ہذا قصہ حضرت شیخ جیلانیؒ کا کشف روحی ہے اس میں انتقال منزل کی کچھ حاجت نہیں اور وقت انکشاف جب حضور ہو گیا تو ادب ضروری ہے پس اس سے قیام پر استدلال اور روح مصطفویٰ کا مجلس میلاد میں آنے کا ثبوت محض ناواقفیت پر مبنی ہے، اگر کوئی خواب میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیکھے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ گھر تشریف لائے؟ لہذا اس سے میلاد مروجہ میں قیام پر استدلال بھی غلط اور فاسد ہے۔

(۶) یہ جزء اول سے متعلق ہے اس جزء یعنی قیام فی الہیواد سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے، آنے والے کی خاطر قیام کرنا درست ہے، رہا قیام فی الہیواد اس کا کوئی ثبوت نہیں لہذا وہ بدعت ہے، پھر مجلس میں عین ذکر ولادت کے وقت ہی قیام

کرنا کیا ضروری ہے شروع سے اخیر تک قیام ہونا چاہئے تاکہ کچھ مجاہدہ بھی ہو، پھر صرف ماہ ربیع الاول ہی میں کیا ضروری ہے پورے سال تمام مجلسوں اور تمام ان مجلسوں میں جہاں جہاں ذکر رسول اللہ ﷺ ہو ان میں ہونا چاہئے، ظاہر ہے کہ اس میں تکلیف بھی ہے اور تکلف بھی جس کا شرع نے حکم نہیں فرمایا۔

(۷) اس سے مطلقاً وضو کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا ثابت ہوتا ہے کہ کسی خاص وضو کے پانی کا مثلاً ظہر کے لئے وضو کا ماقی پینا ہے اور اس پر التزام کرنا اس کی تخصیص کرنا ہے، اب بتائیے کہ بدعت و مکروہ نہ ہو جائے گا؟ جیسا کہ کسی سورت کا نماز میں متعین کر دینا اس طور پر کہ دوسری سورت نہ پڑھے یہ مکروہ و بدعت ہوگا، ایسے ہی قیام کو کسی خاص ذکر کے ساتھ مختص کر دینا یہ بھی بدعت و مکروہ و ممنوع ہوگا ہاں مطلقاً قیام نہ ممنوع نہ مکروہ، مگر ایسا قیامیوں کے یہاں کہاں ہے وہ ایک بار ترک پر بھی مخلص مسلمان کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ واقعات شاہد ہیں، لہذا یہ دلیل بھی نہایت رکیک بلکہ لچر ہے۔

(۸) اس کا وہی جواب ہے جو نمبر سات کا گزر چکا ہے کہ زمزم مطلق ہے کسی خاص فرد زمزم میں یہ معاملہ مکروہ ہوگا، پھر زمزم کو کھڑے ہو کر پینا بعض علماء کے نزدیک فقط جائز ہے ضروری کسی کے نزدیک بھی نہیں صرف برکت کے طور پر ایک عمل ہے۔

(۱۰/۹) اس کا وہی جواب ہے جو نمبر آٹھ کا ہے کہ کسی خاص فرد میں تخصیص کر دی جائے گی تو مکروہ ہوگا۔

(۱۱) اس سے مطلق ذکر میں قیام ثابت ہو رہا ہے گفتگو قیودات و خرافات

کے ساتھ قیام میں ہے اور وہ اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ خود مستدل نے سمجھا ہے اور مطلق کا کوئی منکر نہیں جب کہ وہ قیودات و خرافات سے خالی ہو۔

(۱۲) ان کا قیام کرنا برائے تعظیم ذات رسول ﷺ ہوگا یا اور کسی وجہ سے اس تصور سے ان کا قیام کہ میں حضور ﷺ کا ذکر کر رہا ہوں ہرگز ثابت نہیں، تلاوت قرآن کریم بیٹھ کر کریں اور خاص ذکر رسول ﷺ کے وقت قیام کریں ایسا صحابہ کرام کے عمل سے قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) یہاں تو روضہ اقدس ﷺ سامنے ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنا ہے جیسا کہ احادیث اس پر دال ہیں، لہذا اس سے میلاد میں قیام پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی والد کے آتے وقت قیام پر اس کے محض تذکرے کو قیاس کر کے وہاں بھی قیام کرے، نیز ظاہر ہے کہ میلاد میں نہ روضہ اقدس سامنے ہوتا ہے اور نہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات اور ذکر و مذکور ذات اور اسم کی شرعی حیثیات اور انکے احکام علیحدہ ہیں جیسا کہ اہل علم و فہم پر روشن ہے، مثلاً بیت اللہ کے جو احکام ہیں وہ بیت اللہ کے ذکر کے نہیں ہیں دونوں میں فرق ظاہر ہے ورنہ نام کا بھی طواف کرنا لازم آئے گا۔

(۱۴) یہ حضرات حدیث شریف کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے ہیں ساری احادیث قابل تعظیم ہیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ از اول تا آخر کھڑے ہو کر احادیث بیان فرماتے ہوں، ظاہر ہے کہ جب اتنا بڑا محدث کھڑا ہوگا جو استاذِ زمانہ ہے تو پھر دوسرے لوگ کیسے بیٹھے رہیں گے؟ تو لازم آیا کہ از اول تا آخر سارے حضرات

کھڑے ہوئے رہتے تھے تو جلسہ کہاں ہوا؟ جب جلوس ہی ندارد ہے، بلکہ وہ تو شروع ہی سے کھڑے ہیں یا کسی خاص حدیث کے وقت کھڑے ہوتے تھے ہمیشہ ان کا معمول تھا یا کبھی کبھی اور اس کو مباح و مستحب واجب و فرض و مندوب کس درجہ کا سمجھتے تھے اتنی سب چیزوں کے احتمال کے ساتھ اگر ثابت ہوگا بالفرض تو مطلقاً نہ کہ میلاد میں التزام کے ساتھ خاص تداعی و اہتمام کے ساتھ ان خرافات و انہی تباہی چیزوں کے ساتھ امور محرّمہ ممنوعہ کے انضمام کے ساتھ۔

(۱۵) اس میں یہ مذکور ہے کہ صاحب حال صادق اور وجد حقیقی کے ساتھ متصف شخص کے ساتھ اوروں کو بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو جانا چاہئے، دراصل یہ مسئلہ طبعی ہے نہ کہ شرعی، امام غزالی کے حوالہ سے ہم آئندہ صفحات میں اس کو قدرے تفصیل کے ساتھ لارہے ہیں، نیز اس سے مطلق قیام ثابت ہوتا ہے کیوں کہ وجد و حال کا کوئی وقت متعین نہیں اس لئے کوئی خاص بات بھی طے نہیں، اگر ایسا ہوا تو یہ علامت ہے کہ وجد صادق نہیں بلکہ اختراعی اور بناوٹی ہے، جیسا کہ آج کل کے مدعیان تصوف طبلہ باز کا اور میلاد میں حاضرین کا حال ہے، لہذا ایسے شخص کو دوسروں پر قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے فانی بغاس الحدادین بالملوک لوہاروں کو بادشاہوں پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟۔

(۱۶) ایک مخصوص واقعہ ہے جس سے مسئلہ کلی پر استدلال ہرگز کوئی علمی قابلیت کی دلیل نہیں ہے وہ اپنے حال میں معذور ہیں، طریق عشق اور ہے اور راہ سنت و اعتدال مسلک شریعت اس باب میں اور ہے جبکہ افعال مشائخ حجت نباشد،

ہم شیخ نصیر الدین کا قول نقل کر چکے ہیں، پھر وہاں ان کے شیخ کا روضہ سامنے تھا یہاں صرف ایک خیال ہے۔

(۱۷) ان احادیث کا تعلق قیام برائے قادم سے ہے نہ کہ قیام فی المیلاد سے اور یہ دونوں چیزیں بالکل علیحدہ ہیں یہ غلط بحث ہے اور دوسروں کو مغالطہ میں ڈالنے کا غلط راستہ ہے۔

لطیفہ: ایک جگہ میلاد ہو رہی تھی ایک صاحب پہنچ گئے انہوں نے یہ پڑھنا شروع کیا ”محفل میلاد میں آرہے ہیں پھول پھول“ اور کافی دیر گزری لوگوں کا شدید اصرار تھا کہ دوسرا مصرع پڑھیں تب پڑھا ”محفل میلاد میں آرہے ہیں پھول پھول۔ کان کانٹے ہیں خدا نے ناک کاٹیں گے رسول“ کیونکہ وہاں کچھ کان کٹے تھے۔

(ملفوظات فقہ الامت قسط ۱۰ ج ۲ ص ۶۲)

(۱۸) ان دلائل کے بعد اب ہم ان دو اصولوں کی حقیقت کی طرف کلام کا رخ پھیرتے ہیں جن کو دو بڑے عالموں نے بیان فرمایا ہے۔

(۱) اصل علامہ سیوطی نے بیان فرمائی ہے جس میں عقیدہ کا بعد النبوت کرنا مذکور ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ سفر السعاده میں اور اس کی شرح میں شیخ عبدالحق نے فرمایا: اما در اسناد آں ضعفی ہست و خالی از بعد ہم نیست استہلی، اور بعض نے اس کو موضوع بھی کہا ہے، لہذا ضعیف حدیث موجب عمل نہیں اور اس سے قیاس بھی غلط ہے (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث عقیدہ میں زمانہ کی کوئی قید نہیں ہے کہ کس ماہ کی کس تاریخ میں کیا، پھر اس سے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ کو میلاد ثابت

کرنا عقل کو دودینا ہے اس سے محض ذبح یعنی اراقۃ الدم ثابت ہو انہ اطعام طعام نہ اور کوئی چیز (۳) تیسری بات علامہ سیوطی نے اس سے نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے لہذا شکر خالی از قیودات ہونا چاہئے اور قیودات کے ساتھ شکر مخصوص طور پر مع الدوام ہرگز ثابت نہیں ہوتا (۴) چوتھی بات عقیدہ کے معنی لغوی و شرعی دونوں کو علامہ موصوف نے ترک فرما کر ایک مجازی معنی دم شکر اس سے لئے ہیں لہذا ایسے مسئلہ میں بلا دلیل قوی کسی چیز کا اثبات جبکہ اس کے خلاف دلائل موجود ہوں غلط ہے (۵) پانچویں بات دم شکر یہ بایں معنی اگر مستحب تھا تو کوئی تو صحابی، تابعی، امام اس کو کرتا اس کا بالکلیہ متروک ہونا حیرت کی بات ہے، اب چھ سو برس کے بعد اس پر عمل کرنے والے اور شریعت کو سمجھنے والے پیدا ہوئے ہیں (۶) چھٹی بات اللہ رب العزت نے خود نبی کریم ﷺ کی بعثت کو تمام مخلوق پر احسان عظیم قرار دیا ہے فرمایا لقد من اللہ علیکم اذ بعثت فیکم رسولاً الایۃ اور اس کا شکر یہ بندوں پر ضروری قرار دیا ہے فرمایا و اشکروا نعمۃ اللہ علیکم ان کنتم مؤمنین الایۃ اور دیگر آیات ہیں، لہذا طلب شکر کو اللہ نے مطلق رکھا کسی وقت و زمانہ، کسی خاص عمل کسی خاص چیز کے ساتھ مختص نہیں فرما، یا لہذا اس میں زیادتی موجب تغیر نص ہے یہ باطل ہے، مطلق میں کوئی کلام نہیں اس کو قیودات کے ساتھ کرنے کے ہم منکر ہیں۔

(۶) اصل دوم شیخ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ کی بیان فرمودہ ہے جس میں

مدینہ میں حضور اقدس ﷺ کا تشریف لا کر روزہ عاشورہ رکھنا ثابت ہوتا ہے اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ میں بھی رکھتے تھے،

عن عائشۃؓ قالت کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاہلیۃ وکان رسول اللہ ﷺ یصومہ فلما قدم المدینۃ (علی عاداتہ قسطلانی واقرباضا ابن حجر فی شرح البخاری) امر الناس بصیامہ فلما فرض رمضان ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ اس سے مسئلہ صاف ہو گیا کہ یہ روزہ صرف مدینہ طیبہ میں یہود سے سکر موسیٰ علیہ السلام کی نجات کے شکر یہ میں ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ بعادۃ سابقہ، جیسا کہ علامہ قسطلانی نے علی عاداتہ کا اضافہ فرمایا ہے، اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تھا کیونکہ عاشوراء کا روزہ پہلے فرض تھا پس یہ روزہ علی عادتہ رکھا گیا مگر اس کا حکم اب زائد مؤکد طریقہ پر ہو گیا پھر دوسرے سال فرضیت منسوخ ہو گئی، تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات موسیٰ کی وجہ سے یہ روزہ نہ تھا بلکہ علی عادتہ بافتراض اللہ تھا اور یہود کے جواب میں نحن احق بموسىٰ منکم، بطور الزام کے تھا، یعنی ہم اتباع موسیٰ کے زیادہ مستحق ہیں اور تم تو ہر ہر بات میں اپنی خواہشات کے پیروکار ہو لہذا دعویٰ اتباع موسیٰ بے محل ہے یہ الزام تھا نہ کہ وجہ صوم، مسلم شریف میں ہے عن ابی موسیٰؓ قال کان یوم عاشوراء یوماً یعظمہ الیہود وتتخذہ عبداً فقال رسول اللہ ﷺ صوموا انتم و فی روایۃ وخالفوا الیہود یہود اس دن میں دو کام کرتے تھے (۱) صوم (۲) دوسرے اس کو یوم عید گردانتے تھے لہذا یہود کی مخالفت کا حکم فرمایا اس سے بہت اجتماعی مخصوص طریقہ کے ساتھ میلاد کا اثبات ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

(۲) شکر نفس و جود صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق نص سے ثابت ہے لہذا اس سے مخصوص قیام پر استدلال ہرگز ممکن نہیں ان دونوں اصولوں کا جواب اوپر عرض کیا جا چکا ہے، اس سے بعض نے سمجھ لیا کہ علامہ سیوطیؒ اور حافظ عسقلانیؒ میلاد کے قائل ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سوال: کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ ہم جواب میں دو باتیں عرض کرتے ہیں (۱) اول یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اور علماء اعلام نے ان کے نظریہ کی مخالفت کی ہے یہ برسبیل تسلیم ہے (۲) ان کے دور میں اتنے مفاسد و قبائح لغویات و ہفوات باطلہ، خیالات ضالہ، اعمال مضلہ نہ تھے لہذا ان بزرگوں نے جس کا اثبات کیا ہے وہ ان تمام خرابیوں سے جو ان کے بعد میں پیدا ہو گئیں خالی ہونے کی صورت میں ہے اور ان قیودات و خرافات ہونے کی صورت میں ہرگز نہیں، بلکہ اگر وہ یہ سب دیکھتے تو سب سے اول تردید کرنے والوں میں نظر آتے جیسا کہ محدثین کرام اور ارباب شریعت کا طریقہ ہے۔

لحمہ بر فکر یہ:

جن بدعتی لوگوں نے قیام کے فرض ہونے کا فتویٰ دیا ہے ان کے اس فتویٰ سے حضور اقدس فداہ امی والی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر سات سو برس تک تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور اس قیام میلادی کی ایجاد سے پہلے تک کے تمام مسلمانوں پر ولادت کے ذکر میں قیام نہ کرنے کی وجہ سے کفر و فسق لازم آتا ہے اور یہ فتویٰ علماء حقہ پر بے ادبی و توہین نبوی کا الزام عائد کرتا ہے جس کی ضلالت بالکل عیاں ہے، یہاں آ کر تو اہل بدعت کو سوچنا چاہئے کہ ان کی حرکات سے کیسے کیسے مظالم ہو رہے ہیں سارے صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین، صوفیاء، فقہاء، علماء سارے کافر یا

فاسق ہو گئے تو پھر اسلام میں رہا کون؟ اور یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے تو کون مسلمان ہوگا؟ یہ ان کے فتویٰ کا نتیجہ ہے جو سراسر خلاف قرآن و سنت ہے، کیا ان چیزوں سے بھی کوئی بدعتی بھائی عبرت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہے؟ ایسے منکر زجلہ و شدید دیکھئے یہ لوگ ضلالت کے کس قدر عمیق میں جا پہنچے۔ فما ذابعد الحق الا الضلال نبی کریم ﷺ صحابہ و تابعین و من بعدہم ممن تبعہ باحسان الی یوم الدین کا راستہ چھوڑ کر کس کا راستہ اختیار کر رہے ہیں اور اس کو دین و شریعت کا اہم جزء قرار دیر ہے ہیں۔

دلائل مانعین قیام:

یہاں تک قیام کے قائلین کے دلائل اور ان کی تردید مذکور ہوئی، اس کے بعد اہل حق کے دلائل اس کے عدم جواز کے متعلق سنئے! جسے پڑھ کر آپ کی زبان پر بلا اختیاراً ان حصص الحق آجائے گا۔

دلیل اول: سب سے اول دلیل اس کے عدم جواز کی اس کا نوا ایجاد ہونا ہے اصطلاحی الفاظ میں اسے بدعت سے تعبیر کر لیجئے جس کی تعریف یہ ہے ما احدث علی خلاف الحق المتلقى عن رسول اللہ ﷺ من علم او عمل بنوع شبهة او استحسان وجعل دیناً قویاً و صراطاً مستقیماً یعنی ایسے کیسے قول و عمل کو کسی شبہ یا استحسان کی وجہ سے دین کا عمل اور صراط مستقیم کی طرح قرار دینا جس کا سنت سے نہ صرف ثبوت ہو بلکہ وہ سنت کے خلاف نوا ایجاد ہے بدعت قبیحہ شنیعہ ہے، یہ تعریف علامہ شامی قدس سرہ نے فرمائی ہے اور

مولانا عبدالحقؒ نے اپنے فتاویٰ میں مختصر الفاظ میں تعریف یہ کی ہے مالِ رِبْدَلِ
 علیہ دلیل شرعی یعنی جس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو یعنی ایسی کسی چیز کو
 جو دین میں سے نہیں ہے اس کو دین سمجھ کر کرنے کا نام بدعت ہے، قرونِ ثلثہ، عہد
 رسول ﷺ و عہد صحابہ و تابعین میں اس کے وجود کی کوئی اصل نہ ہونا، اور بعض نے
 کہا کہ اس کے غیر شرعی و بدعت ہونے کی دلیل قرار دیا جاتا ہے، ایسے ہی قیام فی
 الہیاء بھی ہے بدعتِ سنیہ ضالہ کی تعریفات اس پر پوری پوری منطبق ہوتی ہیں جس
 کے بعد اس کے بدعتِ ضلالت موجبِ نار ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

دلیل دوم: بعض چیزیں فی ذاتہ فی نفسہ جائز و مباح ہوا کرتی ہیں مگر جب ان
 کے ساتھ امورِ محرّمہ قبیحہ منضم ہو جاتے ہیں تو پھر اس کو ممنوع و حرام قرار دیا جاتا ہے،
 چنانچہ اسی قاعدہ کے تحت فعلِ مباح بلکہ مستحب بھی کبھی غیر مشروع و ناجائز قرار دیا
 جاتا ہے جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے لیکن وہاں اگر کوئی امر خلاف شرع
 ہو تو اس وقت جانا ممنوع و منظور قرار دیا جائے گا، اس قبیل سے نفل نماز پڑھنا جو خیر
 موضوع ہے مگر اوقاتِ مکروہہ میں سارے فقہاء مکروہ لکھتے ہیں، اسی طرح قاعدہ ہے
 کہ جس چیز سے مسلمانوں کو ضرر دینی و نقصان ایمانی ہوتا ہو اس سے ان کو بچانا ضروری
 ہے، اس لئے اگر خواص کے کسی غیر ضروری و واجب کام سے عوام الناس کے عقائد
 خراب ہونے لگیں تو وہ کام خود خواص الناس کے حق میں بھی ممنوع و ناروا ہو جائے گا،
 دلیل اس قاعدہ کی یہ ہے کہ روایات صحیحہ میں موجود ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے حطیم کو
 (جس کو قریش نے قلت مالِ حلال کے سبب باہر نکال دیا تھا) اس کو بیت اللہ شریف میں

داخل کرنے کا عزم فرمایا مگر اس خیال سے کہ حدیث الاسلام (نئے مسلمان) لوگوں کے عقائد میں خلل وفتور اور ان کے قلوب میں خلجان و زلیغ نہ ہو جائے کہ سوچتے لگیں کہ اس نئے نبی نے (العیاذ باللہ) کعبہ کو منہدم کرنا شروع کر دیا وغیر ذلک من سوء الظن بالنبی الکریم ﷺ، اور حطیم کو داخل کرنا کوئی واجب و فرض کام نہ تھا اس لئے نبی اقدس ﷺ نے اس قصد کو ملتوی فرمایا اور بالتصریح والايضاح اس وجہ کی طرف اشارہ بھی فرمادیا، حالانکہ وہ کام مستحسن تھا مگر ضرر عوام کے خیال و اندیشہ سے اس امر مستحسن کو ترک فرمادیا، اس کی وجہ سے فقہاء کرام نے بعض جائز چیزوں کو مکروہ و ممنوع قرار دیا، جیسے نمازوں کے بعد سجدہ کرنا کہ کہیں لوگ اس کو سنت یا واجب نہ سمجھنے لگیں اور یہ نوبت آنے پر وہ مکروہ ہو جائے گا کہ تصحیح عقائد اعمال پر مقدم ہیں اور اگر وہ فعل شرعاً ضروری ہوگا تو پھر اس فعل کو ترک نہ کریں گے اور حرام چیزوں کی اصلاح کی جائے گی، جیسا کہ جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت ہو تو اس امر مکروہ کے اقران و انضمام سے جنازہ کے ساتھ جانا ترک نہ کریں گے خود اس نوحہ کرنے والی کو منع کریں گے کیونکہ وہ امر ضروری ہے اس کراہت عارضی کے سبب اس کو ترک نہ کریں گے (کذافی اصلاح الرسوم ص ۹۶) لہذا بقاعدہ اولی و ثانیہ قیام فی المسیلا و ممنوع و ناجائز و حرام ہو جائے گا۔

دلیل سوم: جب رسول اللہ ﷺ نے حیات پاک میں ذات اقدس کی خاطر بھی قیام بالتعمد منع فرمایا تو محض ذکر ذات و صفات کی وجہ سے قیام کیسے ناپسندیدہ و ناگوار بلکہ مبغوض و محرم قرار نہ دیں گے اور اس سے آپ کو کتنی اذیت و تکلیف ہوگی جس کا موجب غضب الہی ہونا ظاہر ہے۔

دلیل چہارم: پوری حیات طیبہ نبی کریم ﷺ میں ایک بار بھی باقاعدہ مخصوص طریقہ سے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ کو مجلس میلاد منعقد کرنا ثابت نہیں، اگر یہ جائز چیز بھی ہوتی چہ جائے کہ مباح و مستحب، واجب و فرض تو بیان جواز کے لئے کم از کم اس کو عمل میں لاتے۔

دلیل پنجم: صحابہ و تابعین میں سے کسی سے ہرگز منقول نہیں ہے اگر یہ محبت رسول ﷺ و ثواب کی چیز ہوتی تو اکابر و اسلاف صالحین جن پر دین کا مدار ہے اس کو کرتے۔

دلیل ششم: اگر یہ قیام کسی مقصد کی وجہ سے ہے اس میں چار احتمال ہیں۔

(۱) حضور اقدس ﷺ تشریف لاتے ہیں (۲) ولادت کی تعظیم مقصود ہے، یعنی یہ عقیدہ ہے کہ اس وقت آپ پیدا ہو رہے ہیں، جیسا کہ بعض جگہ اس کا دستور ہے کہ پس پردہ کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے اور عین ذکر ولادت کے وقت وہ عورت اس بچہ کی چٹکی لیتی ہے جس سے وہ رو پڑتا ہے اس کی آواز سکر سب درود و سلام پڑھتے ہیں (۳) ذکر ولادت کی تعظیم مقصود ہے (۴) صرف ذکر رسول ﷺ کی تعظیم مقصود ہے۔

احتمال اول کا بطلان: بلکہ اس کا کفر و شرک ہونا بالبدلائل والبراہین و تصریحات الاعلام لکھا جا چکا ہے۔

احتمال دوم: کہ اس وقت ولادت ہو رہی ہے یہ خیال کرنا کس قدر بہبودہ لغو و باطل ہے اس کی انتہا ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب تک پیدائش نہیں ہوئی تو قرآن پاک کس پر نازل ہوا، احادیث کا مجموعہ کس کا ہے ۲۳ سالہ مبارک زندگی غزوات، اصول، ارکان، جہادی امور، ہجرت، فتح مکہ کے واقعات اور چودہ سو سالہ کارنامے یہ کیسے

ہیں؟ اور کیا گھر گھر میں جہاں میلاد ہوتا ہے وہیں ولادت ہوتی ہے نحو ذیل اللہ من
 ہذہ الحرافات سبعین الف مرۃ ممکن ہے محبت و عشق کے شوق میں یہ لوگ
 ولادت شریفہ کی نقل اتارتے ہیں اور کسی عورت کو فرضاً رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ اور
 بچوں کو رسول اللہ ﷺ اور پھر اس کی ولادت کی آواز کے وقت درود و سلام پڑھتے یہ اول
 سے زائد خطرناک خیال و عقیدہ ہے استغفر اللہ العظیم یہ کس قدر فوج و جاہلانہ حرکت ہے۔

ان کنت تدری فتلمک مصیبة
 وان کنت لاتدری فالمصیبة اعظم

احتمال سوم: کہ ذکر ولادت کی وجہ سے قیام کیا گیا ہو یہ بھی از روئے حدیث غلط
 ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں دو شبہ میں پیدا ہوا ہوں یہ فرما کر آپ ﷺ
 اور صحابہ کرام نے قیام نہیں فرمایا، اللہ رے یہ بد عقلی اور کج فہمی! یہ حدیث محدثین
 وغیرہم نے نہ جانے کتنی جگہ لکھی اور سنائی مگر کسی نے قیام نہ کیا، امام الحدیث ابن
 بخاری نے اتنے آداب و احترام سے احادیث جمع کی غسل و مسواک کر کے دو رکعت
 پڑھتے مگر ولادت وغیرہ کی احادیث کے وقت قیام نہیں کیا۔

احتمال رابع: کہ محض ذکر رسول ﷺ کی وجہ سے تعظیم ہو یہ بھی غلط ہے، صحابہ و
 تابعین نے احادیث بیان فرمائی ہیں اور خاص کر مسجد نبویؐ میں اشارہ کرتے تھے "قال
 صاحب هذا القبر" مگر کسی نے قیام نہ کیا، اس کے برخلاف ایک بار رسول اللہ ﷺ
 نے لوگوں سے فرمایا "اجلسوا" یہ سکر جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا، ایک صحابی نے یہ
 آواز سنی تو دوڑ جگہ پر تھے وہیں بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا آگے آ جاؤ۔

دلیل ہفتم: سب سے اہم فریضہ نماز ہے اس کے متعدد ارکان ہیں ان میں درود شریف قیام کی حالت میں نہیں ہے بلکہ تشہد کی حالت میں پڑھا جاتا ہے اگر اس وقت قیام کیا جائے جیسا کہ وہ ذکر رسول ﷺ کی تعظیم کا مقتضی ہے تو انشاء اللہ جن کے یہ لوگ قبیح ہو کر خنفی کہلاتے ہیں وہی ان کی نماز کے فساد و بطلان کا فتویٰ دیں گے ان فی ذلک لعبرة لا ولی الا للباب۔

اس کے علاوہ واور بھی دلائل ہیں مگر یہاں اتنے پر اکتفاء کرتا ہوں، کمر من فئۃ قليلة غلبت فئۃ كثيرة باذن اللہ کے طریق پر یہ دلائل حقہ دلائل باطلہ پر غالب ہیں، پھر حضور اقدس ﷺ کی معراج اور وفات کا ذکر بھی تو ذکر ہے نزول وحی کا ذکر بھی ذکر ہے، اس کے علاوہ بے شمار واقعات، معجزات، کمالات، اوصاف، خصائص ہیں ان کا ذکر بھی ذکر ہے، ان سب میں ولادت ہی کی کیا تخصیص ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ فقط ایک رسم ہی رسم ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں، جب قیام سراسر خلاف شریعت مطہرہ ہے تو اس کا ترک واجب و ضروری ہے، ناجائز کاموں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انسان ضروری کاموں سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے، حدیث شریف میں فرمایا ما احدث قوم بدعة الا اذفح مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احدث بدعة (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱ ر ج ۱)۔

واقعی ایسا ہی ہو رہا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض قوموں میں اپنے بڑوں کے سامنے جھکنے اور شانہ پر ہاتھ رکھوانے کا رواج ہے جس کی وجہ سے ان کے یہاں سے مصافحہ کی سنت ختم ہو گئی، حالانکہ یہ انحناللمخلوق تعظیماً بعض کے نزدیک

کفر ہے، اس میں بعض مشائخ نے فرمایا ہے کساد الانحناء ان یسکون کفراً اور کسی نے مکروہ تحریمی و حرام لکھا ہے (اس کے لئے مرقات و اجماع اللغات دیکھئے) اسلئے یہ لوگ قیام کر کے سمجھتے ہیں کہ بس رسول اللہ ﷺ کا حق ادا ہو گیا اس کے برخلاف وہ لوگ جو طریق مروج کو منع کرتے ہیں ان کا ایک ایک لمحہ خدا اور رسول ﷺ کی یاد میں گذرتا ہے ہزاروں بار دور و دُشرف پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور وہ ان تکلفات سے جو محبت نہ ہونے کی ایک علامت ہے اس سے کوسوں دور رہتے ہیں، چنانچہ شیخ المشائخ، قطب دوراں، محدث وقت حضرت مولانا فضل الرحمن مراد آبادی جو عاشق رسول تھے ان کو اللہ اور رسول سے عشق کے درجہ کی محبت تھی ان سے کسی نے کہا کہ حضرت آپ میلاد نہیں پڑھتے؟ فرمایا ہم تو ہر وقت میلاد پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے شعر پڑھا:

ترہوئی باراں سے سوکھی زمیں

یعنی آئے رحمۃ للعالمین

اور فرمایا ہم تو ہر وقت لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں یہ مولود ہی تو ہے اگر رسول خدا پیدا نہ ہوتے تو رسول کیسے بن جاتے یہ فرما کر کھڑے ہو گئے اور کچھ تکلفات کر سی چوکی وغیرہ کے نہ فرمائے۔

ایک عالم سے کسی نے کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے روکتے ہو فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی بے تعظیمی سے روکتے ہیں، کیونکہ تم اللہ کے ذکر کے وقت قیام نہیں کرتے حالانکہ وہ ہمہ وقت حاضر و ناظر موجود ہے اور تم اس کے سامنے موجود ہو، لہذا اگر سارا ذکر اول تا آخر قیام کے ساتھ کرو اور سامعین بھی قیام کریں اور اس میں

قبائح و مفاسد بھی نہ ہوں تو ہم ہرگز منع نہ کریں گے، علماء دیوبند کو بدنام کرتے ہیں کہ یہ لوگ گستاخ رسول ﷺ ہیں استغفر اللہ العظیم رسول اللہ کا ذکر تو ہمارا عین ایمان ہے بھلا اس سے کوئی مسلمان روک سکتا ہے؟ بلکہ درحقیقت ان منکرات سے منع کرتے ہیں جو اس میں شامل ہو گئے اس واسطے اب اس کو باقی رکھا جائے اور قبائح کو ختم کیا جاوے یا بالکل سرے سے ہی اس کو ختم کر دیا جائے، اس میں صوفیاء و علماء کی رائیں مختلف ہو گئیں، صوفیہ کہتے ہیں کہ فعل مستحب کو کسی حال میں ترک نہ کیا جائے اور منکرات کی اصلاح کی جائے اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ بعض احوال میں منکرات کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس فعل مباح و مستحب کو ترک نہ کیا جائے اس لئے شیوع منکرات کے وقت وہ مستحب ہی کے ترک کا حکم فرماتے ہیں جس کے ساتھ منکرات کا اتصال و انضمام ہو گیا اور اس بارے میں علماء کی رائے مانی جائے گی، کیونکہ صوفیہ تو اہل شوق ہیں ان کو دوسرے کے انتظام کی پروا نہیں یعنی وہ صوفیاء جو محض صوفی ہوں عالم محقق نہ ہوں اور علماء منتظم ہیں اور منتظم کی رائے غیر منتظم کی رائے پر مقدم ہوا کرتی ہے، دونوں کی حالت کا فرق ایک مثال سے سمجھئے! مثلاً موسمِ وباء میں اطباء کا اس پر اتفاق ہو جاتا ہے کہ آج کل امرود زائد کھانا مضر ہے اس کے بعد ایک طبیب نے تو یہ کیا کہ امرود کھانا نہیں چھوڑا بلکہ قلیل مقدار میں مصلحات کے ساتھ کھاتا رہا اور ایک طبیب وہ ہے جس نے خود بھی امرود کھانا چھوڑ دیا اس خیال سے کہ میں قلیل مقدار میں با مصلحات کھاؤں گا تو دوسرے مجھے کھاتا دیکھ کر کھانا شروع کر دیں گے اور وہ ان امور کی رعایت نہ کریں گے جن کی میں کرتا ہوں بلکہ اندھا دھن استعمال

کریں گے اور ہلاک ہو جائیں گے وہ بالکل ہی امرود کھانا چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی علی الاطلاق منع کرتا ہے بلکہ ٹوکے کے ٹوکے پھکوا دیتا اور دبوادیتا ہے جس کی حالت دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کو امرود سے رغبت نہیں اور جو طبیب امرود کھا رہا ہے اس کو خوب رغبت ہے، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ رغبت تو اس کو اس سے زائد یا برابر ہے مگر محض دوسروں کی رعایت سے ترک کر دیا ہے، بتلائیے ان دونوں میں سے کونسے طبیب کی اتباع و تقلید کرنی چاہئے؟ یقیناً اسی دوسرے کی، کیونکہ اس کی رائے انتظام پر مبنی ہے سب اس کی رائے ہی کو ترجیح دیں گے، بس یہی حال علماء و صوفیاء کا بھی ہے، صوفیاء اپنے غلبہ شوق کو ضبط نہیں کرتے بلکہ برابر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ منکرات کی اصلاح کرتے ہیں، مگر آج کل کے بدعتی صوفیاء نہیں اور علماء بشرطیکہ خشک نہ ہوں انتظام کی وجہ سے اپنے شوق کو ضبط کر لیتے ہیں اور ظاہر میں اس مستحب ہی کو ترک کر دیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عوام بدون ترک مستحب کے منکرات کو ترک نہیں کر سکتے اور اس سلسلہ میں علماء بیچارے ملامت کرنے والوں کی ملامت کی بھی پرواہ نہیں کرتے مگر شریعت کی محبت جو جذر قلوب میں پیوست ہے اس کی وجہ سے سب کچھ خوشی سے برداشت کرتے ہیں منتہی کہتا ہے:

عذل العواذل حول قلب التائہ

وہوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

یعنی ملامت کرنے والوں کی ملامت سرگرداں دل کے ارد گرد ہے اور احباب کی محبت تہ دل میں ہے اس لئے لوگوں کے بدنام کرنے سے خائف نہیں ہوتے اور

ہر دم احکام الہیہ بتاتے ہیں، ضبط کرنا بھی درحقیقت ارباب کمال ہی کے بس کا ہے جو کالمین ہوتے ہیں وہ ذرا جنبش نہیں کرتے، چنانچہ شیخ جنید بغدادیؒ کی مجلس میں کسی نے کوئی شعر پڑھا سب لوگ مست و بے خود ہو گئے مگر حضرت جنیدؒ کو ذرا جنبش و حرکت نہ ہوئی کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ پر کوئی اثر نہ تھا فرمایا وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَمَادًا وَهِيَ تَمْرٌ مَرُّ السَّحَابِ قیامت میں نفعِ صورت کے وقت تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھو گے کہ ایک جگہ جمع ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے، اور فرمایا کہ میرے بدن کو انگلی لگاؤ لگانے کے ساتھ ہی خون کا فوارہ جوش زن ہوا یہ کالمین کا حال ہے، نہ وہ قیام کرتے ہیں نہ وہ محبت کے دعووں میں حرام و ناجائز کاموں کے قریب ہوتے ہیں، اس واسطے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دراصل محبت تو اطاعت و اتباع میں منحصر ہے اس کے بغیر دعویٰ محبت و عشق محض الفاظ کی حد تک ہے اور بس، چنانچہ عبداللہ بن المبارکؒ نے فرمایا:

تعصى الاله وانت تطهر حبه

ان هذا لفي الفعال بدیع

لو كان حبك صلاحا لاطعته

ان المحب لمن يحب بطبع



لطیفہ عجیبہ

مسئلہ قیامِ طبعی مسئلہ ہے نہ کہ شرعی:

جس کا راز یہ ہے کہ موافقتِ حال سے صاحبِ حال کو انبساط و سکون ہوتا ہے اور صاحبِ حال کی مخالفت کرنے سے انقباض ہو جاتا ہے جس سے بعض اوقات ہلاکتِ جان کا خطرہ ہے، اسی لئے یہ معمول ہے کہ جس شعر پر حال طاری ہو اس کو مکرر پڑھا جائے اس کا راز بھی یہی ہے کہ اس کے تکرار سے انبساط ہو جاتا ہے اور قبض نہیں رہتا، جو خالص صوفیاء کی اصطلاح ہیں صوفیاء نے اس مسئلہ کو صوفی ہونے کی حیثیت سے ذکر نہیں کیا بلکہ طیب ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ حضرات طبِ روحانی کے ساتھ ساتھ طبِ جسمانی سے بھی واقف ہوتے ہیں، اب لوگوں نے اس مسئلہ کو تصوف کا بلکہ شریعت کا مسئلہ بنا دیا حالانکہ یہ صریح غلطی ہے، اگرچہ کتبِ تصوف میں اس کا ذکر موجود ہے مگر تصوف کے طور پر نہیں بلکہ طبعی حیثیت سے استظر ادا ہے جیسا کہ فقہاء کرام بعض دفعہ کسی مسئلہ طبعی کو بیان کرتے ہیں كما قالوا فی الوضوء بالماء الشمس انہ بکرا کہ دھوپ کے ذریعہ گرم شدہ پانی سے وضوء کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ از روئے طب نقصان دہ ہے ایسے ہی یہ بھی ہے۔

ماہِ ربیع الاول کی خاص تاریخ میں ذکر میلاد کرنا :

یہ بات اگرچہ صحیح ہے کہ ماہِ ربیع الاول میں ذکر فضائل کی ایک خاص تحریک

ہوتی ہے مگر کبھی ربیع الاول سے قبل اور کبھی اس کے بعد ہونا چاہئے، کیونکہ اس خاص تاریخ میں ذکر رسول ﷺ کرنے سے خرابیاں لازم آئیں گی اور اہل بدعت کے ساتھ تہبہ لازم آئے گا، جیسا کہ ماہ محرم میں قصہ حضرت حسینؑ کا بیان کرنا بوجہ مشابہت روافض ممنوع ہے، اسی لئے کبھی ربیع الاول میں ۱۲ تاریخ کے علاوہ اور کبھی ربیع الثانی میں آگے پیچھے کر کے کرنا چاہئے، بلاشبہ اس ماہ کے قرب سے اہل اللہ کو بہت کچھ انوار و برکات محسوس ہو گئے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ اس ماہ میں جس ذات اقدس کی تشریف آوری ہوئی وہ مجمع الانوار منبع البرکات ہے کسی بزرگ نے کہا ہے:

لہذا الشہور فی الاسلام فضل

ومنقبۃ تفوق علی الشہور

اربیع فی ربیع فی ربیع

ونور فوق نور فوق نور

یعنی اس مہینہ کی اسلام میں بہت فضیلت آئی ہے اور ایسی منقبت ہے جو دوسرے مہینوں کی منقبت پر فائق ہے اور وہ مہینہ بہار ہی بہار ہے نور ہی نور ہے، باقی یہ گفتگو بے کار ہے کہ ربیع الاول افضل ہے یا رمضان المبارک، ایک عارف نے ایسے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ سوال ہو کہ پانی افضل ہے یا کھانا، دونوں اپنے اپنے لحاظ سے فضیلت رکھتے ہیں ربیع الاول کو جزئی فضیلت ہے اور رمضان المبارک کو فضیلت کلی حاصل ہے۔



علماء دیوبند اور ذکر رسول ﷺ:

چنانچہ دیکھئے کہ تعظیم رسول اللہ ﷺ اور آپ کا ذکر علماء دیوبند کو کس درجہ پسند ہے اور اس کو اذکار خیر میں اعلیٰ درجہ کا ذکر اور اسلام کی تعلیمات میں داخل سمجھتے ہیں بطور نمونہ کے چند تصریحات ملاحظہ ہوں تاکہ دلوں سے وہ بدگمانی نکل جائے جو علماء آخرت کی طرف سے علماء سوء کی مصاحبت سے پیدا ہو گئی ہے، حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت اقدس تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ”ذکر ولادت شریف نبوی ﷺ مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ترین چیز ہے اگر بدعات و قبائح سے خالی ہو اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے“:

ذکرک للمشتاق خیر شراب

وکل شراب دونہ کسراب

کہ محبوب کا ذکر مشتاق کے لئے بہترین شراب ہے اور ہر شراب اس کے علاوہ مثل ریت کے ہے کہ دیکھنے والا گرمی تمازت میں اس کو پانی سمجھنے لگتا ہے اس کی چمک دمک کی وجہ سے دھوکہ کھا کر اس کے قریب جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانی نہیں ریت ہے۔

آگے فرماتے ہیں البتہ جیسا ہمارے زمانہ میں قیودات و شائع کے ساتھ مروج ہے اس طرح بلاشبہ بدعت ہے الخ راہداد الفتاویٰ ص ۲۳۹ ج ۵ محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری شریف ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ذکر پیدائش کرنا ہمارے پیغمبر ﷺ الف الف تحیہ و سلام کا جو صحیح صحیح روایتوں کے ساتھ ہے (۱) ایسے وقتوں میں جو کہ وظائف واجبہ سے خالی ہوں (۲) ایسی کیفیتوں کے ساتھ جو خلاف طریقہ، صحابہ و اہل قرونِ ثلاثہ کے نہ ہو (۳) ایسے عقیدوں کے ساتھ کہ جن میں

شرک و بدعت کے وہم کی گنجائش نہ ہو (۴) ایسے آداب کے ساتھ جو مخالفت خصلت و شریعت و صحابہ کے نہ ہوتا کہ ماننا علیہ و اصحابی سے باہر نہ ہو جائے اور ایسی مجلس و محفل میں کہ مکروہات شرعیہ سے خالی ہو ایسا ذکر باعث خیر موجب برکات کا ہے (۵) بشرطیکہ صدق نیت و اخلاص سے ہو (فتاویٰ میلاد شریف ص ۲)۔

فتاویٰ رشیدیہ میں متعدد جگہ اسی کا ذکر ہے ایک جگہ ص ۱۲۷ پر موجود ہے اگر ذکر میلاد جناب سرور کائنات ﷺ بطور وعظ متضمن روایات صحیحہ خالی از بدعات ہو تو مستحسن ہے، ایک جگہ ص ۱۲۶ پر ہے فی الحقیقت ذکر محفل میلاد شریف جو خالی از منہیات و بدعات شرع سے ہو تو مندوب و مستحب ہے۔

ایک جگہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں نفس ذکر ولادت مندوب ہے اس میں کراہت بسبب قیود کے آئی ہے، ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ مجلس مولود خیر و برکت ہے در صورتیکہ ان قیودات (محرمہ) سے خالی ہو فقط، بلا قید وقت معین و بلا قیام و بغیر روایت موضوع مجلس خیر و برکت ہے، صورت موجودہ جو مروج ہے بالکل خلاف شرع اور بدعت ضلالہ ہے مذکورہ بالا فتویٰ پر بہت سے علماء اسلام کے دستخط ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۸۴)۔

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کفایت المفتی ص ۱۸۴ ج ۱ پر کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ذکر دینی حیثیت سے موجب صد خیر و برکت ہے اور دنیوی حیثیت سے حضور اقدس ﷺ کے کمالات فضائل و مناقب کی تبلیغ و اشاعت بے حد مفید اور انسانیت کی بیش بہا خدمت ہے، نیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حالات طیبہ کی اشاعت و تبلیغ کی غرض سے مجالس سیرت منعقد کرنا جائز

و مستحسن ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ ان مجالس کو بدعات سے پاک رکھا جائے، ان ہی اسلاف صالحین کے طرز پر چلنے والے اور علماء دیوبند کے فتاویٰ بھی یہی ہیں، صاحب فتاویٰ محمودیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک ہو خواہ عبادات، معاملات، عادات وغیرہ کا ہو بلا التزام تاریخ و مہینہ کے بلاشبہ باعث اجر و ثواب ہے، اور اس بارے میں ان کے مختلف فتاویٰ مختلف مقامات پر مذکور ہیں، صاحب احسن الفتاویٰ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی سیرت و حالات پر مسلمانوں کو مطلع کرنا اسلام کا اہم ترین فرض ہے اور ساری تعلیمات اسلامیہ کا خلاصہ یہی ہے اور اسی میں مسلمانوں کی بہبودی و فلاح منحصر ہے، آنحضرت ﷺ کی ولادت بڑے سرور و فرحت کا باعث ہے اور یہ سرور کسی وقت اور محفل کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر مسلمان کے رگ و پے میں سایا ہوا ہے، ملعون ابولہب کی باندی ثویبہ نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خبر ابولہب کو پہنچائی تو اس نے خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا، مرنے کے بعد لوگوں نے ابولہب کو خواب میں دیکھا اور اس سے حال دریافت کیا تو اس نے کہا جب سے مرا ہوں عذاب میں گرفتار ہوں مگر دو شنبہ کی شب کو چونکہ میں نے ولادت نبی کی خوشی کی تھی اس لئے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے، جب ابولہب بد بخت کے لئے میلاد نبی کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کے ذکر سے خوشی کرے اور حسب سہولت خرچ بھی کرے تو وہ کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا جبکہ خرافات مذکورہ سے خالی ہو، پس اگر ولادت یا معجزات یا غزوات وغیرہ کا ذکر بطور وعظ و تدریس یا بلا پابندی رسوم کے کرے تو ہزاروں برکتوں کا باعث ہے مگر موجودہ زمانہ میں مختلف ان اسباب کی وجہ سے (جو گزر چکے ہیں) ممنوع

ہے، ابو لہب کے اعتقاد سے مولوی انوار اللہ حیدر آبادی اور بدعتی علماء نے میلاد کے متعلق یہ استدلال کیا ہے کہ جس لوٹڈی نے ابو لہب جیسے معاند اسلام مخالف رسالت پناہ ﷺ کو آپ کی ولادت باسعادت کا مژدہ سنایا تھا ابو لہب نے فرط محبت میں اپنی انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تھا اس کے صلہ میں یوم ولادت پر دو شنبہ کو اس پر عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے جب ایسے سرکش و باغی کو اس ابہتاج و مسرت کا یہ صلہ ملا تو ہم گنہگاروں کو بھی اس دن خوشی منانے میں ضرور اجر ملے گا۔

جواب ظاہر ہے کہ اول تو دفعی و مافا جاتی خوشی تھی اس پر قصدی و اکتسابی خوشی کا قیاس صحیح نہیں کیا ہم کو تو یہ خوشی کا موقع ہی نہیں ملتا ہمیں ہر وقت موقع ہے اعمال اسلام ہی رسول اللہ ﷺ کی محبت و خوشی ہیں، ہاں قطع نظر اس کے ہماری یہ خوشی جائز بھی ہوتی اگر دلائل شرعیہ اس کے خلاف موجود نہ ہوں، اب جبکہ یہ مباح و غیر مباح بلکہ حرام کا مجموعہ ہو گیا تو اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام کے تحت حرام کا ہی حکم غالب ہوگا، صاحب البراہین القاطعہ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے متعدد جگہ کتاب مذکور میں فرمایا قیام مباح تو تھا مگر مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر و عالم ﷺ واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلا کی تخصیص اور تخصیص کی وجہ سے بدعت و مکروہ ہوا۔

یہ چند تصریحات اکابر بطور نمونہ کے ہم نے پیش کی ہیں ورنہ سارے علماء دیوبند کا عقیدہ یہی ہے کہ نفس ذکر اللہ اور ذکر رسول ﷺ جبکہ خود ساختہ قیودات مفاسد و قبائح سے خالی ہو عین ایمان اسلام کا شعار ہے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہزاروں

نعمتیں اس پر قربان البتہ جب خرابیاں لوازم، مکروہہ فاسدہ، اسباب کراہت و حرمت جمع ہونگے تو پھر بلاشبہ حرام ہے نہ خود اس میں شرکت کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی اجازت دیتے ہیں، بلکہ اگر ان کے ذاتی فعل سے دوسروں کے لئے جواز نکل سکتا ہو تو اس سے بھی احتراز کرتے ہیں، چنانچہ امام ربانی عالم حقانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس گنگوہیؒ مکہ معظمہ برائے حج تشریف لے گئے حضرت حاجی امداد اللہ ان کے شیخ و مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، کسی روز وہاں مجلس کا نظم تھا حضرت حاجی امداد اللہ نے مولانا گنگوہیؒ سے فرمایا کہ میاں رشید احمد فلاں جگہ چلو گے؟ حضرت گنگوہیؒ نے صاف انکار فرمادیا کہ میں ہندوستان میں لوگوں کو اس سے بسبب خرافات پر مشتمل ہونے کے منع کرتا ہوں ان کو میری شرکت کا علم ہوگا تو وہ کیا کہیں گے، اس پر حضرت حاجی صاحبؒ خوش ہوئے اور فرمایا جزاک اللہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوں کہ جس کو حق سمجھا اس پر قائم رہے، حالانکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس بالکل قیودات و خرافات سے خالی ہوتی تھی، لہذا اس سے اہل بدعت کا استدلال نہایت غلط ہے آج کل جو مروج ہے وہ ہرگز ہرگز اس کے حق میں نہیں تھے۔

سوال پھر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے کیوں انکار فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ غایت تورع و احتیاط ہے اور اس حدیث پر عمل ہے جس میں حطیم کو داخل کرنا جو ایک جائز و مباح فعل ہے محض عوام کی رعایت کی وجہ سے ترک فرمانا سابقاً مذکور ہوا ہے، اسی واسطے شیخ گنگوہیؒ کے سامنے جب کوئی کہتا کہ آپ کے شیخ تو کرتے ہیں تو صاف

فرمادیتے کہ فعل مشائخ حجت نہیں، میں نے ان سے مسائل شریعت پر بیعت نہیں کی بلکہ اس واسطے بیعت کی ہے تاکہ مسائل پر عمل کا جذبہ پیدا ہو جائے اور سہولت کے ساتھ عمل ہو سکے، یہ وہ تہذیب فی الدین ہے جس کی برکت سے مولانا گنگوہی ہزاروں پر بھاری تھے اور یہی وہ جواب ہے جو خواجہ نصیر الدین کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

کیا مسئلہ قیام فی المیلا داور نفس میلا و اختلافی ہے؟:

بندہ کی ناقص رائے میں اس میں علماء دیوبند اور علماء بدعت کے مابین اختلاف فقط ظاہری ہے، اس واسطے کہ علماء دیوبند مطلق قیام اور مطلق ذکر و لادت کو جائز و مباح فرماتے ہیں جب کہ محرمات و قیودات باطلہ سے خالی ہو جو میلا دو قیام میں مروج ہو گئیں اور محرمات پر اشتمال کے بعد تو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویوں کے اعلیٰ حضرت بھی حرام و شرک قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کا فتویٰ دیکھئے اسی استفتاء کے جواب میں۔

فتویٰ اعلیٰ حضرت بریلوی:

استفتاء اس مسئلہ میں کہ مجلس میلا و حضور خیر العباد علیہ الف تحیۃ الی یوم الدین میں جو شخص کہ مخالف شریعت مطہرہ تارک صلوة شارب خمر، داڑھی کتر و اتا ہوا یا منڈ و اتا ہو، موچھیں بڑھاتا ہو اور بے ادبی و گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا یا پڑھاتا ہو اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء و مزاح کرے بلکہ اپنے مقتدیوں کو حکم کرے کہ داڑھی منڈوانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے انکے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ صاف

شفاف ہوتے ہیں ایسے شخص سے مولود پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا ممبر و مسند پر تعظیماً بیٹھانا بیٹھنا باقی مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے شخص کو بوجہ خوش آئندی کے چوکی پر مولود پڑھنے بیٹھانا جائز ہے یا نہیں اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہ اور روح حضور مقرر دو عالم ﷺ تو خوش ہوتی ہے یا نہیں اور پروردگار عالم ایسی مجلس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب؟ بینو امن الكتاب ونوجر واعند رب الارباب ا۔

جواب از اعلیٰ حضرت:

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق و فاجر مستحق عذاب نیران و غضب رحمن اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت، خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے مجرد مسند پر کہ ہر قیۃ مسند حضور پر نور سید عالم ﷺ ہے تعظیماً بیٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے تبین الحقائق فتح اللہ المعین طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے فی تقدیر الفاسق تعظیماً وقدوجب اہانۃ شرعاً۔

روایت موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور پر نور ﷺ کمال ناراض ہیں، ایسی مجلس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا یہ سب مستحق غضب الہی ہیں، یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر بھی وبال ہے اور خود اس پر علاوہ حاضرین و قارئین سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور خود اپنا گناہ اس پر طرہ، مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار

گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار اور ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو، ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جبری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر بہ حساب وبال و عذاب تازہ ہوگا، مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو گناہ اس قاری و علم دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو و قس علیٰ ہذا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من دعا علی ہدیٰ کان لہ من الاجر مثل اجود من تبعہ لا ینقص ذلک من اجود ہر شیئاً ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثر مثل آثار من تبعہ ذلک لا ینقص من اثار ہر شیئاً رواہ الائمہ احمد و مسلم و الاربعۃ عن ابی ہریرۃؓ رسول اللہ ﷺ پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس و شیاطین کا ہجوم ہوگا و العیاذ باللہ رب العلمین الخ، اب تو اہل میلاد کو شرمانا چاہئے کہ ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی اس مجمع کو مجمع ابلیس و شیاطین ٹھہرایا رسول اللہ ﷺ اس سے بالکل بری ہیں۔



خاتمہ

اتباع سنت اور اس کی اہمیت:

۱۔ حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادیؒ کا یہ مقولہ آب زر

سے لکھنے کے قابل ہے ”اتباع سنت ہی ساری نحوثیت اور قطبیت ہے“۔

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار اتباع رسول ﷺ کو ہی قرار

دیا ہے، نیز اسی پر عند اللہ مقبولیت و محبوبیت اور مغفرت و ابستہ قرار دی ہے، قرآن و حدیث

میں اس پر بے شمار نصوص وارد ہوئی ہیں، بطور مثال کے چند سنئے! ارشادِ باری ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ط حضرت مولانا گنج مراد

آبادیؒ نے ترجمہ فرمایا، آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری راہ پر

چلو تب وہ تم سے پیار کریں گے اور تمہاری مغفرت فرمادیں گے، اتباع سنت میں

کا میابی و کامرانی کا راز یہ ہے کہ انسان محبوب کی صورت بنا کر جب رب العزت

۱۔ آپ کبار علماء و صلحاء میں سے ہیں، بہت بڑے عارف باللہ، محدث، فقیہ تھے، تفسیر و دیگر علوم میں آپ کو کمال

حاصل تھا، آپ کی کرامات مشہور ہیں، بقول صاحب نزہۃ الخواطر، آپ کی کشف و کرامات کے بارے میں

مت پوچھو وہ توحید تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور میں نے اولیاء سابقین میں اتنی کرامات اور کشف سوائے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے اور کسی کے بارے میں نہیں سنی، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ آپ علم و عمل، زہد و تقویٰ،

شجاعت و کرم، جلالت و رعب، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اخلاص، اخبات، انابت الی اللہ، دعاء و مراقبہ،

حسن اخلاق، مخلوق کو نفع پہنچانے میں اپنے دور میں سب سے آگے تھے (نزہۃ الخواطر ص ۳۸۶ ج ۸)۔

والجلال کے سامنے حاضر ہوتا ہے ضرور اس پر مولائے تعالیٰ کی نظرِ کرم ہوتی ہے۔
تاج الاولیاء والانتقیاء حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ اپنے ایک مکتوب
میں لکھتے ہیں:

حامدا ومصليا علیٰ رسولہ الکریم اما بعد ا
ہنگامِ قربِ قیامت ہے اور وقتِ زیادتیِ ظلمات، ایک عالمِ ظلمات کے اندر غرق ہے
اور غرق ہوتا چلا جا رہا ہے، کوئی جواں مرد درکار ہے جو اس خطرناک زمانہ میں
احیائے سنت کرے اور بدعت کو مٹائے، بے انوار سننِ نبویؐ راہِ راست پانا محال ہے
اور بے التزامِ اطوارِ نبوتِ نجات ڈوہنڈھنا محض خیال ہے، طریقہٴ صوفیا کا سلوک
اور ”محبتِ ذاتیہ“ کا وصول بے اتباعِ حبیبِ رب العالمین متحقق نہیں ہو سکتا آئیہ نقل
ان کنتم نحیون اللہ فانبعوننی بحبیبکم اللہ، ہمارے اس قول کی گواہ
ہے، اپنی سعادت اسی میں سمجھنی چاہئے کہ عادات، عبادات اور معاملات میں آنحضرتؐ
سے نسبت پیدا ہو، عالمِ مجاز میں دیکھو کہ جو شخص محبوب سے مشابہت اختیار کرتا ہے حُب
کی نظر میں وہ کتنا محبوب و زیبا اور مرغوب و رعنا معلوم ہوتا ہے، محبوب کے دوست حُب کی
نظر میں عزیز اور محبوب کے مبغوض، محبوب کی نظر میں مبغوض ہوتے ہیں، پس کمالات
صوری و معنوی، آنحضرت ﷺ کی محبت کے ساتھ وابستہ ہیں (مکتوباتِ خواجہ محمد معصوم ص ۶۹)
سبحان اللہ العظیم اللہ پاک بلند سے بلند درجات نصیب فرمائے حضرت خواجہ صاحبؒ
کو اس قدر زبردست انداز سے اتباعِ سنت پر ابھارا ہے۔

نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا مدار اتباعِ سنت پر ہی ہے

اور اسی پر عند اللہ محبوبیت اور مغفرت موعود ہے، نیز حق تعالیٰ فرماتے ہیں نَوْمًا
 أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (پارہ ۵، رکوع ۶، آیت ۶۴) ہم نے نہیں
 بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ کار نہیں اور یہ کہ یہ اللہ کا حکم ہے،
 لہذا رسولوں کی اطاعت فرض ہے، اسی پر ساری شریعت و طریقت کا مدار ہے، ایسے ہی
 حق تعالیٰ فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
 وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ الْآيَةَ (پارہ ۲۶، رکوع ۸، آیت ۳۳) اے ایمان والو اللہ اور اس
 کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، یعنی اللہ اور ان کے
 رسول ﷺ کی مخالفت کر کے، اگر یہ مخالفت نفسِ ایمان میں ہے تو کفر و شرک ہے اور اگر
 یہ مخالفت ان کے احکامات میں ہے تو فسق و عصیان ہے (بیان القرآن)۔

نیز معلوم ہوا کہ اللہ اور ان کے رسول کی اطاعت کرنا فرض ہے اس کے بغیر ایمان
 اور اسلام کچھ بھی نہیں چہ جائے کہ کوئی شخص تصوف و روحانیت کا دعویٰ کرے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ
 عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (پارہ ۵، رکوع ۸، آیت ۸۰) اور جس شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کی
 اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی اور جو شخص آپ کی اطاعت سے
 روگردانی کرے تو آپ اس پر کچھ غم نہ کیجئے کیونکہ ہم نے آپ کو ان کا نگراں بنا کر
 نہیں بھیجا، یعنی اگر یہ لوگ آپ کے طریقہ پر نہیں چلیں گے تو اس بارے میں سوال
 آپ سے نہیں ہوگا بلکہ خود انہیں لوگوں سے ہوگا۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ملائکہ سونے کی حالت میں تشریف فرما ہوئے، بعض نے فرمایا کہ وہ سونے ہوئے ہیں، بعض کہنے لگے کہ آنکھیں سوئی ہوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے، پھر کہنے لگے کہ تمہارے ان بزرگ کی اس شخص کی سی مثال ہے، جس نے مکان بنایا اور اس میں دسترخوان لگایا اور داعی کو بھیجا تو جس نے داعی کی دعوت پر لبیک کہا وہ مکان میں داخل ہو گیا دسترخوان سے کھانے لگا اور جس نے دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ گھر میں داخل ہی نہ ہوا وہ دسترخوان سے بھی نہیں کھائے گا۔

تو ملائکہ کہنے لگے کہ مکان تو جنت ہے اور داعی محمد صلی علیہ وسلم ہیں، لہذا جو آپ کی اتباع کرے گا اس نے اللہ کی اتباع کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، آپ لوگوں کے درمیان کسوٹی اور معیار ہیں (معاہل المتزیل ص ۴۵۱ ج ۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جو حاکم کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو حاکم کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے (بخاری و مسلم)۔

حضرت عبادہ ابن صامتؓ کا بیان ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس امر پر بیعت کی تھی کہ حضور کا حکم سنیں گے اور مانیں گے، دشواری میں بھی اور آسانی میں بھی، خوشی میں بھی، اور ناخوشی میں بھی اور حکام سے انکے حکم میں کوئی کشاکشی نہیں کریں گے

اور جہاں ہوں گے حق کو قائم کریں گے اور حق بات کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

نیز حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حاکم کا حکم سنو اور مانو اگرچہ تم پر حاکم اور ذمہ دار بنا دیا جائے کسی حبشی غلام کو جس کا سر کشمش کی طرح ہو یا اس کا کان کٹا ہوا ہو (بخاری و مسلم) یعنی اس کے ظاہری عیوب پر نظر مت رکھو، جمعیت اور جماعت، نظم و انتظام کی مضبوطی اور استحکام کے پیش نظر اس کی تقلید اور اطاعت سے خروج نہ کرو کہ یہ چیز اسلام کو پسند نہیں ہے اور اس سے ہنگامے اور طوفان ایک دوسرے کی آبروریزی کے ایسے باب کھلتے ہیں جن سے بہت سے اذہان خراب ہوتے ہیں اور بہت سوں کی طرف سے بد عقیدے پیدا ہو کر لوگوں میں دین اور دینداروں کی طرف سے ایک تشویر و بعد پیدا ہوتا ہے (بخاری)۔

نیز ایک جگہ حضور اقدس سرکار دو عالم ﷺ سے بیعت کرنے کو اللہ نے اپنے سے بیعت کرنا قرار دیا ہے فرماتے ہیں: **إِنَّ الدِّينَ يُبَاعُونَكَ إِنَّمَا يُبَاعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَسَ فَإِنَّمَا يَنْكُسُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَسِيئَتُهُ أَجْرًا عَظِيمًا** (پارہ ۳۶، رکو ۱۹۷، آیت ۱۹)

پیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں خدائے تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو شخص بیعت توڑے گا تو اس کے بیعت توڑنے کا گناہ اسی کی ذات پر ہوگا اور جو شخص پورا کرے گا اس چیز کو جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا یعنی بیعت کی تھی تو حق تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

اس آیت میں جہاں اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ سے بیعت کرنے کو خود اپنے سے بیعت کرنا قرار دیا ہے جس سے اتباع رسول اور اتباع سنت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کرنا سنت سے ثابت ہے اور اس پر قائم رہنا موجب اجر و ثواب ہے اور بلا وجہ یا خواہش نفس کے تابع ہو کر توڑ دینا باعث نقصان اور خسراں ہے۔

اتباع رسول ﷺ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائْتُوا رَسُولَ اللَّهِ يُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ أَوْلَىٰ لِلكُفْرَانِ لَمَن كَفَرَ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ وَهُوَ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الّٰلِیْهِ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ بِحَقِّ الْحَقِّ وَالْحَقُّ يَخْرِجُ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَلَمَن كَفَرَ بَعْدَ إِيمَانِهِ سَمِعُتُ لَهُ مِن قِبَلِ اللَّهِ سَوَاقِیٔا عَذَابٍ لِّئَلَّا یَسْتَعِیْذَ بِاَلْحِقَابِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا بِاَلْحَقِّ مِن قَبْلِهِ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ لِّلنَّاسِ اَلْاٰیٰتِ لَعَلَّہُمْ یَعْتَدِلُوْنَ

تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمینوں میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے، پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور ان کے رسول ﷺ پر جو نبی امی ہیں، جو خود ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور ان کے احکامات پر اور تم انہیں کی اتباع کرو تبھی تم ہدایت پاؤ گے۔

اس آیت میں اللہ پاک نے کس قدر تاکید سے اپنے پیغمبر ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور صاف صاف بتا دیا ہے کہ ہدایت پر تبھی آؤ گے جب نبی کی اتباع کرو گے اور اگر تم نے نبی کے طریقے کو چھوڑا تو گمراہی میں جا پڑو گے، آج لوگ نبی کی اتباع کو چھوڑ کر مختلف چیزوں میں لگے ہوئے ہیں اور بہت سے تو مزارات پر رکوع سجدے کر رہے ہیں، منتیں اور نامعلوم کیا کیا خرافات کر رہے ہیں اور کروا رہے ہیں،

جب کہ یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ موت و حیات، نفع و نقصان سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے نہ کسی زندہ کے اختیار میں ہے اور نہ کسی مردہ کے اختیار میں ہے۔

نافع و ضار جز اللہ نہیں ہے کوئی

مؤمن ہو کر پھر شرک سے تجھ کو کیا کام

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں: کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان

کو بھی میری اتباع اور پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا، لو کان موسیٰ حیاً لما وسعه الا اتباعی الحدیث میرے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب ایک جگہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

خود ہی فرماتے ہیں سرکار دو عالم ﷺ	سن لے تاکہ ہو جائے معلوم، جھکو نبوت کا مقام
ہوتے موسیٰ بھی جو زندہ تو نہ چارہ تھا کوئی	بجز اس کے کریں پیروی خیر انام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا صد مرحبا	اللہ اللہ یہ ہے مرتبہ یہ ہے ان کا مقام
ان کے دربار میں جبریل امین آتے تھے	لاتے تھے عرش معظم سے خدا کا پیغام
غوث و ابدال قطب امام و اوتاد	بلاشبہ یہ سب ہیں محمد کے غلام
ایک طرف نام رسل ایک طرف ان کا غلام	بوالہوس تو ہی بتادے کس کا سنائے گا تو پیام
میری سنت سے محبت ہے محبت میری	یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام

نیز ایک جگہ ارشاد فرمایا: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ

أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

وَحَسَنَ أَوْلَیْكَ ذَرِیْقًا - ذَلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِیْمًا
ترجمہ: اور جو کوئی حکم مانے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا تو وہ انکے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ
نے انعام فرمایا کہ وہ حضرات انبیاء صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں اور انکی رفاقت
بہت عمدہ ہے، یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ پاک کافی ہے جاننے والا۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان مال اور اولاد سے بھی زیادہ
پیارے ہیں، میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آ جاتی ہے تو جب تک حاضر ہو کر
شرف زیارت حاصل نہ کر لوں قرآن نہیں آتا، لیکن جب مجھے اپنی اور آپکی موت کا تصور
ہوتا ہے تو جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد یہ شرف زیارت حاصل نہ ہو سکے گا کیوں کہ آپ
جنت میں انبیاء کے ساتھ اونچے درجہ میں ہوں گے اور اگر میں جنت میں پہنچ بھی
گیا تو اندیشہ ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا حضور ﷺ نے یہ کلام سن کر کوئی جواب نہیں دیا
یہاں تک حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت شریفہ لیکر نازل ہوئے۔

یزحق تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَزَحَمَتِي وَسَعَتُ كُلِّ شَيْءٍ

فَسَا أَكْتَبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا
يُؤْمِنُونَ - الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ
مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ

عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِي سَكَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ
وَعَزَّزُوا وَنَصَرُوا وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي اُنزِلَ مَعَهُ اُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ“ ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے سوا سکو لکھ دوں گا انکے لئے جو
ڈر رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں، وہ لوگ جو پیروی
کرتے ہیں اس رسول ﷺ کی جو نبی امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تو ریت
اور انجیل میں وہ حکم کرتا ہے نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان
کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان پر سے
انکے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اسکی رفاقت کی اور اسکی
مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو اسکے ساتھ اتر ہے، وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچے۔

احادیث مبارکہ:

قال رسول الله ﷺ مَنْ اطاع محمداً فقد اطاع الله ومن
عصى محمداً فقد عصى الله ومحمد فرق بين الناس (بخاری شریف)
رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی
اطاعت کی اور جس شخص نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، محمد ﷺ
کی اطاعت لوگوں کے درمیان حق و باطل کا فرق کرنے والی ہے۔

فائدہ:

اس حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے حضرت نبی پاک کی

اطاعت اور آپ کے طریقہ کا اتباع کیا یعنی عبادات، معاملات، اخلاق اور زندگی کے تمام نشیب و فراز میں آپ کو سامنے رکھا اس نے درحقیقت اللہ کی عبادت کا حق ادا کر دیا کیونکہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کو ایک نمونہ اور اسوہ بنایا ہے اور جو کچھ قرآن کریم میں آپ پر نازل فرمایا گیا ہے اس پر عمل آپ کی سیرت کو سمجھ کر اور طرزِ زکوٰۃ دیکھ کر ہی ہو سکتا ہے اور جو شخص آپ کی نافرمانی میں لگ گیا وہ اللہ پاک کی عبادت اور اطاعت سے بھی بیزار ہو جائے گا تو اصل چیز فرق کرنے والی حق اور باطل میں رسول پاک کا نمونہ ہی ہے، اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ اور جس نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی:

اتباع سید کونین ہر ہر بات میں

ہے اسی میں زندگی والوں کے چہینے کا مدار

نیز ایک جگہ فرمایا: تَرَكَتُ فِیْكُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا اَنْ تَمْسُكُمُ بِهَمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ كَمَا تَمَّ مِیْنِ دُوْا حِیْزُوْنَ كُوْا حِیْوُزُ كُرْ جارا ہوں اللہ کی کتاب اور سنت، جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔

خلاف پیغمبر کے رہ گزید

کہ ہرگز بمنزلِ نخواستہ رسید

فائدہ:

بالکل حقیقت ہے کہ جب تک امت ان دونوں چیزوں کو مضبوطی کے ساتھ

پکڑے رہے گی تو ہدایت پر قائم رہے گی اور جب امت ان دونوں چیز کو چھوڑ دیگی گمراہی کے راستہ پر چل پڑے گی، جیسا کہ بہت سی جگہوں پر بہت سے لوگوں کے حالات ثابت کر رہے ہیں، کوئی قرآن کو چھوڑ رہا ہے تو کوئی سنت کو اور کوئی سلف صالحین کے طرز کو حالانکہ ان تین چیزوں کے مجموعہ سے ہی جملہ ہدایتیں وابستہ ہیں اور ان تینوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے نہ قرآن کریم پر بغیر سنت کے عمل ہو سکتا ہے بلکہ صحیح سمجھا بھی نہیں جاسکتا ہے اور نہ سنت کو قرآن کریم کے بغیر سمجھا جاسکتا ہے اور نہ عمل ہو سکتا ہے، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ سنت شارح ہے کتاب اللہ کی اور سلف صالحین کا طریقہ اس کے لئے بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے اور ان کے حالات سے کتاب و سنت کے مفاہیم اور مضامین کو سمجھا بھی جاتا ہے اور عمل میں بھی لانا آسان ہو جاتا ہے اور ہمت بھی بڑھتی ہے کہ جب وہ لوگ اس راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچے تو پھر ہم بھی اسی راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ** اور چل ان لوگوں کے راستہ پر جو چلے ہماری طرف اور توبہ و انابت کا راستہ اختیار کر کے بڑے بڑے منازل کو اور درجات کو پہنچ گئے اور تو کم ہمت ابھی سوچ میں ہی پڑا ہوا ہے۔

تجھے اپنے آباء سے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

کہ تو گفتار وہ رفتار تو ثابت وہ سیارہ

ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لَا يَزُومُنْ أَحَدٌ كُمْرَ حَتَّىٰ أَشْكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ**، یعنی تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں بن سکتا، جب تک کہ میں اس کو اس کے والد سے اس کی

اولاد سے اور تمام ہی لوگوں سے پیارا نہ ہو جاؤں۔

قال رسول اللہ ﷺ اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب اللہ
و خیر الہدی ہدی محمد ﷺ و شر الامور محدثاتها و کل بدعة
ضلالة و کل ضلالة فی النار (رواہ مسلم)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہترین بات وہ کتاب اللہ کی بات ہے اور بہترین
طریقہ وہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین کام وہ ہیں جو شریعت کے خلاف نئے
ایجاد کردہ ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

”قال رسول اللہ ﷺ من احبنی احب سنتی فقد احبنی
ومن احبنی کان معی فی الجنة“ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے
مجھ سے محبت کی اس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے مجھ ہی سے محبت کی اور جس
نے مجھ سے محبت کی تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

”قال رسول اللہ ﷺ من تمسک بسنتی عند فساد
امتی فله اجر مائة شهید“ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری
امت میں فساد کے دوران میری سنت کو مضبوطی کے ساتھ اپنائے رکھا تو اسکو سو
شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

عن ابی ہریرة عن رسول اللہ ﷺ قال کل امتی یدخلون
الجنة الا من ابی قالوا ومن ابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن
عصانی فقد ابی (معالم التنزیل ص ۲۵۱ ج ۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا مگر وہ شخص کہ جس نے انکار کیا، حضرات صحابہ کرامؓ کہنے لگے کہ کون انکار کریگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

عن عائشۃؓ قالت صنع رسول اللہ ﷺ شیئا فرخص فیہ فتزاد عنہ قوم فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فخطب فحمد اللہ ثم قال ما بال اقوام یتزہون عن الشئی اصنعه فواللہ انی لاعلمہم باللہ واشد ہر لہ خشیۃ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۷)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک علیہ السلام نے کوئی ایسا کام کیا جس میں شرعاً امت کیلئے رخصت و سعت، گنجائش دینا مقصود تھا، بعض لوگ اس کام سے احتیاط کرنے لگے اور اس کے کرنے کو نامناسب خیال کرنے لگے، یہ بات رسول پاک علیہ السلام کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع فرمایا اور خطاب کیا اللہ کی حمد و ثنائیاں کی اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی چیز سے بھی احتیاط کرنے لگے ہیں جس کو میں کرتا ہوں حالانکہ میں تم سب میں اللہ سے اور اللہ کے احکامات سے سب سے زیادہ واقف ہوں، تقویٰ و پرہیزگاری اور خوفِ خدا میں سب سے بڑھا ہوا ہوں، یعنی ان لوگوں کو ایسا نہ کرنا چاہئے، یہ تو پیغمبرؐ سے بھی زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا معاملہ ہو جائے گا حالانکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان پیغمبرؐ سے زیادہ متقی اور پرہیزگار بن جائے، معلوم ہوا کہ پیغمبرؐ کا اتباع ہی عین مطلوب ہے، اس حدیث پاک میں جس کام کا

ذکر فرمایا گیا ہے اور جن لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے بعض شراح نے ان کے بارے میں عدم علم کا اظہار کیا ہے کہ ہم نہیں جانتے وہ کیا چیز تھی اور وہ حضرات کون تھے، بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ چیز تھی سفر میں روزہ نہ رکھنا اور یہ وہی حضرات تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نکاح، تجارت وغیرہ نہ کریں گے اور اپنے تمام اوقات کو تمام طاقتوں کو عبادات میں صرف کر دیں گے، جن میں حضرت علیؓ حضرت عثمان ابن مظعونؓ، عبداللہ ابن رواحہؓ، حضرت مقداد ابن اسودؓ، حضرت عبداللہ ابن العاصؓ وغیرہ وغیرہ بتائے گئے ہیں۔

عن العریاض بن ساریۃ قال قال صلی بنارسول اللہ ﷺ ذات یوم نمر اقبل علینا بوجہہ فوعظنا موعظة بلیغة ذرفت منها العیون ووجلت منها القلوب فقال رجل یارسول اللہ کان هذا موعظة مودع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعة علیکم بستی وسنة الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ (مشکوٰۃ شریفہ ص ۳۰)۔

عریاض ابن ساریہؓ سے مروی ہے رسول پاک ﷺ نے ایک دن ہمکو نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپؐ اپنے چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے، پھر آپؐ نے ہمارے سامنے ایک ایسا جامع ترین وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور قلوب سہم گئے، تو ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ایسا لگ رہا ہے کہ یہ بلوغ خطاب الوداعی خطاب ہے، پس آپؐ ہمکو وصیت فرما دیجئے، تو آپؐ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، سننے اور فرمانبرداری کی وصیت کرتا ہوں، تم لوگ میری سنت اور میرے خلفاء، راشدین و مہدیین کی سنت اختیار کر لو، اسکو مضبوطی

کے ساتھ پکڑ لو (گویا سنت مطہرہ سے قطعاً انحراف نہ کرو)۔

ان تمام ہی نصوص سے معلوم ہوا کہ اصل ولایت اتباع سنت ہی ہے اور جو طریقت اس کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے، چنانچہ مرشدی محبوبی حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو طریقت خلاف شریعت ہو ضلالت ہے

طریقت اور حقیقت یہ دونوں خادم ہیں شریعت کے

لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک قطب و ولی احکام شرع سے بے نیاز رہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ طریق چشتیہ کے کتنے بڑے شیخ صاحب حال و قال درویش ہیں، انہیں کے مکتوبات کو دیکھ لیجئے کوئی مکتوب اتباع شرع کی تاکید اور ترغیب سے خالی نہیں ہے۔

چنانچہ آپ کے اتباع سنت کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں: ایک بار ایک بزرگ کا آپ کے سامنے ذکر کیا گیا آپ کو ملنے کا شوق پیدا ہوا ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے عبادت خانے سے نکل کر اڑتے ہوئے کسی جگہ پہنچے ہیں، حضرت شیخ عبدالقدوسؒ اندر تشریف لے گئے تاکہ ان کے عبادت خانہ کی زیارت کریں وہاں دیکھا کہ ان کے ہاتھ گھٹنے اور سر ٹپکنے کے نشانات پڑے ہوئے تھے، لیکن سب نشانات خلاف سنت واقع ہوئے تھے، ارشاد فرمایا وہ شخص کیا خاک بزرگ ہوگا جسکی نماز بھی سنت کے موافق نہ ہو اور اڑنا کوئی کمال نہیں ہے، رابعہ بصریہؒ نے دیکھا کہ حسن بصریؒ نے پانی پر مصلی بچھایا اور نماز پڑھی، تو انہوں نے ہوا پر بچھا کر نماز شروع کی، بعد میں فرمایا ہوا میں

اڑنا اور پانی پر چلنا کمال نہیں ورنہ مچھلی اور مکھی ہم سے زائد باکمال ہو جائیں گی، اصل کمال اتباع سنت ہے، شیخ اتباع سنت میں راسخ تھے، اسی وجہ سے ان کے مریدوں میں بھی یہ جوہر راسخ تھا، چنانچہ آپ کے خلیفہ شیخ جلال الدین بیمار ہوئے تو لوگوں نے دوا پلانی چاہی اور آپ چار پائی پر تھے فرمانے لگے کہ پہلے مجھے نیچے اتار دو تب دوا نوش کروں گا کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ عین استغراق میں ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو فرماتے کہ شرع محمدیؐ سے چارہ نہیں ہے، اس کے علاوہ اور واقعات بھی ہیں، اختصار کی وجہ سے ترک کئے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ زکریاؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے حالات میں حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ میں نے جتنے بزرگان سلف کے تذکرے دیکھے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کی حالت اور طرز وہ نہ تھا جو آج کل کے اکثر مشائخ کا ہے، ان مشائخ کو دیکھا جاتا ہے وہ اتباع شریعت کو وصول الی اللہ کے لئے چنداں ضروری نہیں سمجھتے اور ان کا اعتقاد ہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے، بلکہ بزرگان سلف کا حال تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت میں صحابہ کرامؓ کے جیسا تھا، چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بار آپ وضو کرنے میں انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے، تو غیب سے آواز آئی کہ محبت رسول ﷺ کا دعویٰ اور سنت کا تارک! آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا، اور لکھا ہے کہ آپ کی یہ حالت تھی کہ جہاں آپ آگ کو دیکھتے تو کانپ اٹھتے کہ کہیں قیامت کے روز اس کی سزا نہ ہو، تو اتباع سنت میں ان حضرات کا وہی

حال تھا جو حضرات صحابہؓ کا تھا (تاریخ مشائخ پشت ص ۱۶۷)۔

حضرت محبوب سبحانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ: مجھ کو کئی سال نسبتِ حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی تو حضرت خواجہ کی توجہ و دعا سے میری حالتِ قبضِ بسط سے بدل گئی آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں، کیونکہ حضرت خواجہؒ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کر دیا ہے، تو حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباعِ سنت کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرتِ نسبت اور قوتِ باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی، حضرت امام ربانیؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھا لاؤ آپ نے مسواک کو زمین پر پٹخ دیا اسی وقت زمین ساکن ہو گئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہو جائیں، لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) اور اپنی اس کرامت سے کہ (دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہو جائیں) انشاء و ضو میں بطریقِ سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔

حضرت محبوب سبحانی سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کامل متقی اور تابعِ سنت اور بدعت کے سخت دشمن تھے، آپ کی بنیادی تعلیم یہ تھی کہ خدا کی تلاش رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ کرو اور اس محمدی طریقہ کی اساس کو سنتِ زندہ کر کے اور بدعات کو مٹا کر مضبوط کرو۔

کرامت اتباع سنت کا ثمرہ ہے، آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بغیر کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: کہ ہر ایک فضیلت اور ہر ایک کمال آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ کی شریعت کی تابعداری ہی پر موقوف ہے (فتاویٰ رحمیہ جلد ۲ ص ۳۸۶)۔

دراصل ان خرافات میں مشغول ہونا مقام رسالت سے غفلت اور عدم معرفت

کا ثمرہ ہے، مرشدی حضرت شاہ محمد احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا ۔

اگر سمجھ میں تری آیا ہے رسالت کا مقام کٹ کے ہر در سے تو بن فخر دو عالم کا غلام
میری سنت سے محبت ہے محبت میری یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام
جو ہیں سرکار مدینہ کی محبت میں فدا ساتھ سرکار کے جنت میں کریں گے وہ قیام
جان کی ان کی قسم کھاتا ہے قرآن میں خدا اللہ اللہ یہ محبوب خدا کا ہے مقام
(عرفان محبت ص ۱۳۰)

اس مضمون پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر یہ مختصر رسالہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا اسلئے اس کو اختتامی مراحل پر لاتے ہوئے حضرت اقدس قطب وقت پرتا پگڈھی دامت برکاتہم کے چند منتخب اشعار پر ختم کرتا ہوں تاکہ اول و آخر میں ان کے مقبول اشعار کی برکت سے اس رسالہ کا درمیانی حصہ بھی مقبول ہو جائے اور یہ حضرت ہی کے کلام کی شرح کہلائے! فرماتے ہیں کہ خالص محمد کا غلام بن!

تو اگر آج بھی ہو جائے محمد کا غلام سمجھیں رحمت تجھے پھر دنیا کی ساری اقوام
یوں تو کہنے میں بنتے ہیں نبی کے خدام جو ہیں پابند شریعت ہیں وہی اصل غلام
تیرے ایمان میں خامی نہ رہ جاتی کاش پی لیتا تو بھی اگر محبت کا جام

مست ہو کر تو سنا کرتا ہے غیروں کا کلام پر نہیں تجھ کو حدیث نبوی سے کچھ کام
 غوث و ابدال و قطب اور امام و اوتاد سب کے سب ہیں یہ بلاشبہ محمد کے غلام
 ہے محمد کی اطاعت اطاعت رب کی آپ فرمائیں تو امت میں ہے کس کا مقام
 شرک و بدعت میں تو ڈوبنا خدا کے بندے تو ہی انصاف سے کہہ دے کہ یہی ہے اسلام
 شرک و بدعت میں تجھے ہائے مزہ ملتا ہے شرم کی بات ہے سنت سے نہیں تجھ کو کام
 صدق دل سے پڑھوں کیوں نہ درود و سلام آگیا لب پہ مرے سرور عالم کا نام
 اب تو بن ساقی کونین کا تو سچا غلام اٹھ کے دنیا کو پلاشوق سے توحید کا جام
 بے خبر ہوش سے لے کام نہ ہو تو عاقل دیکھ صیاد نے ہر سمت بچھائے ہیں دام
 پیروی سید کونین کی لازم ہے تجھے

اپنے اعمال سے اسلام کو مت کر بدنام

(از عرفان محبت)

یا الہی مجھ کو اب اپنا بنا

کر لے تو مقبول خالد کی دعا

اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل

باطلاً وارزقنا اجتنابه والصلوة والسلام علی سید

المرسلین وخاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ

اجمعین والحمد لله رب العالمین .



مدینہ کے گھسار یا د آرہے ہیں

از: شیخنا و محبوبنا فانی فی اللہ عاشق رسول اللہ کھڑتھولا نا شاہ محمد صاحب پرتا پگڈھی نور اللہ مرقدہ

غلامانِ سرکار یاد آرہے ہیں وہ اعوان و انصار یاد آرہے ہیں
جو چوں دچرا جانتے ہی نہیں تھے خدا کے وفادار یاد آرہے ہیں
خدا ان سے راضی ، وہ راضی خدا سے محبت کے بیمار یاد آرہے ہیں
ہے خود دین کو ناز جن ہستیوں پر وہی مجھ کو دیندار یاد آرہے ہیں
جو پیتے تھے ہر دم شرابِ محبت وہی جھکو میخوار یاد آرہے ہیں
مسخر ہوئے جن سے اغیار کے دل وہ اخلاق و کردار یاد آرہے ہیں
وہ صدیق و فاروق و عثمان و حیدر وہ ابرار و اخیار یاد آرہے ہیں
لٹادی خدا کیلئے ساری دولت وہ دو نور والے رفیق پیہر
تھے حسان جو عاشقِ فخر عالم وہ عثمان زردار یاد آرہے ہیں
میں جنت کو بھی بھول بیٹھا ہوں اب تو ہمیں ان کے اشعار یاد آرہے ہیں
محبت صحابہ کی پیدا ہو جن سے صحابہ کے گھر بار یاد آرہے ہیں
تڑپنے لگا دل میرا اللہ اللہ وہ اخبار و آثار یاد آرہے ہیں
وہ حرمین کے رات دن اللہ اللہ مدینہ کے گھسار یاد آرہے ہیں
غلامانِ احمد پہ قربان احمد وہ برکات و انوار یاد آرہے ہیں
حقیقی وہ احرار یاد آرہے ہیں

از عرفانِ محبت

